Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
www.safareadab.com
سراب
حمنہ طارق

سراب

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم حمنہ طارق

All Rights Reserved

Copyright: Hamna Tariq (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

سراب کے تمام جملہ حقوق لکھاری" حمنہ طارق" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

باب نمبر: ۱

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات کی تاریکی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ جیسے ہر گناہ، تکلیف اور عیب کو اپنے اندر خذب کرر کھا ہو۔

کچھ گھروں میں مکمل اندھیرا چھایا تھا اور کچھ گھر نیم روشن تھے۔ اس اپر مڈل کلاس کالونی کا وہ درمیانے درجے کا گھر اپنے اندر داستانیں سموئے کھڑا تھا۔ اندر داخل ہو تو چند بتیاں جلی تھیں جو پورے گھر کو مدہم سا روشن کر رہی تھی۔ بلائی منزل اندھیر پڑی تھی اور دائیں جانب کا ایک کمرہ بند تھا جیسے پرانے وقتوں کا کوئی زندان ہو کمرے کے اندر جھانکو تو بیڈ پر وہ عورت سر ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی۔

ہاتھوں پیروں پہ زخموں کے نشان تھے جیسے خود کو زخمی کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ بال کمر تک آتے سیاہ تھے ،لیمپ کی زرد روشنی کے ہالے میں اس کا چہرہ واضح تھا وہ خوبصورت نقوش کی مالک تھی، لیکن شکل مردہ تھی اس پہ کوئی زندگی کے آثار نہ تھے۔

ایک دم وہ اٹھی اور سائیڈ ٹیبل کے دراز سے موٹی بل دار رسی نکالی اسکا پھندا بنا کر اپنی گردن میں کسنے لگی۔ کہ آنکھیں باہر کو ابلنے لگیں۔۔۔۔۔وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔۔۔اس کا جسم بھیگا ہوا تھا اور چہرہ سفید پڑتا جا رہا تھا آنکھیں خوف کے مارے پھیلی ہوئی تھی۔ شاز ابراہیم کو ایسے جاگتے کئی ماہ و سال ہو چکے تھے۔

جن کے زخم اور ٹراماز مندمل نہیں ہوتے ان کا راتوں کو کچی نیند سے جاگنا معمول بن جاتا ہے۔ شاز تو اب عادی ہو چکا تھا اور یہ رات بھی اپنے اندر تکلیف اور اداسی لیے گزر گئی۔

سورج سونے کے تھال کے مانند چمکتا سنہری کرنیں ہر سو پھیلا رہا تھا۔ لاہور کی اس مشہور جامعہ کی عمارت اپنی پوری آب و تاب سے کھڑی تھی وسیع رقبے پہ دور دور پھیلا سبزہ دکھائی دیتا۔

تھوڑا آگے مختلف ڈپارٹمنٹس کی عمارتیں فاصلے فاصلے پہ بنی تھیں۔ انہی ڈیمپارٹمینٹس میں سے ایک وہ سائیکالوجی ڈپارٹمنٹ بھی تھا۔

جس کے اندر داخل ہو تو گولائی میں ایک راہداری آتی بائیں جانب پیلرز تھے اور دائیں جانب کلاس رومز۔ راہداری کے وسط میں اس کلاس روم کا دروازہ بلکل بند تھا، اور اندر مصروف سی خاموشی حائل تھی۔

طلبہ وطالبات بہت غور سے اسے سن رہے تھے جو حسب عادت اپنی بھوری آنکھیں تمام اسٹوڈنٹس پہ مرکوز کیے کہہ رہی تھی۔

"ڈپریشن اور anxiety میں فرق کیا ہوتا ہے، anxiety ہمیں مستقبل کا خوف دلاتی ہے اور ڈپریشن ہماری ماضی کے پچھتاوے، غلط انتخابات کچھ ناکام خواہشات کچھ ٹوٹے خواب اور ہمارے بچپن کے ٹراماز، اگر ان کا بروقت سامنا نہ کیا جائے اور وقت پر علاج نہ ہو تو وہ ساری زندگی آپ کو ہانٹ کرتے ہیں، اور مزید بری شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ ہمارا ڈپریشن بن جاتا ہے اور ہمیں ایک آسیب کی طرح کھاتا رہتا ہے۔"

ہر ایک نفوس میڈم منیبہ کی بات بہت غور سے سن رہا تھا۔ انہی میں سے وہ گندمی چہرہ لڑکی غیر دلچسپی سے سن رہی تھی۔ میڈم کی بات مکمل ہوئی اور کلاس کا وقت ختم اس نے شکر کا کلمہ پڑھا، اپنے قدم کلاس سے باہر نکالے اور آگے بڑھتی چلی گی۔

کیفے ٹیریا میں کرسی کھینچی بیگ میز میں پٹخا اور آوازاری سے اپنے اعتراف میں ادھر ادھر دیکھتی بیٹھی۔

"یشل تھوڑی بہت انسانیت ہوتی ہے میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں انسان تھوڑا انتظار ہی کر لیتا ہے۔"

یشل نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا جو خفگی سے بولے جا رہی تھی– وہ دبلی پتلی سی دراز قد تھی نقوش خوبصورت اور ناک پہ چشمہ ٹکا تھا۔

"کہہ ایسے رہی ہو جیسے تمہاری ٹانگیں ٹوٹ گئی یہاں تک آنے میں اور ویسے بھی میرا بہت دم گھٹتا ہے اس کلاس میں۔"

زرنین نے ایک بار پھر اسے خفگی سے دیکھا جس پہ کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"شرم کرو اکلوتی دوست ہوں میں تمہاری ایسے کوئی کرتا ہے۔" یشل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔ "میں کرتی ہوں نا۔"

زرنین بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ کیونکہ واحد وہی تھی جو جانتی تھی کہ یشل ہمیشہ نفسیات کی کلاس سے کیوں بھاگتی ہے۔ ان دونوں کی دوستی کو دس سال سے زیادہ ہو گئے تھے، اور یشل نے اس کے علاوہ کوئی دوست بھی نہیں بنائی۔

" آخر کب تک بھاگو گی یشل اپنے اصل سے تم خود کا سامنا کر کے تو دیکھو۔" یشل کا چہرہ ویران ہو گیا، بھوری آنکھوں میں کرچیاں سی ابھریں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پھر سر جھٹک کر بولی "شاید سارے زندگی۔"

اس نے خود سے بھی نظریں چرائیں تھیں۔

"زرنیں میں چاہ کر بھی اس تکلیف سے نہیں نکل سکتی۔"

زرنیں نے فکرمندی سے اسے دیکھا وہ تھوڑی دیر پہلے والی خفا زرنین سے بلکل مختلف لگ رہی تھی۔

" لیکن تم کوشش تو کر سکتی ہو نا۔"

یشل پھیکا سا مسکرائی اور چہرے پہ چھائے حزن کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوی

۔

زرنیں نے تاسف اور ترہم کی ملے جھلے تاثرات سے اسے دیکھا۔ اسے یشل بہت پیاری تھی لیکن کچھ معملوں میں وہ بے بس تھی۔

ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کے عزیز شخص کو کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے اور وہ اسے ہمیشہ خوش اور محفوظ رکھے لیکن بعض وقات انسان خود بہت بے بس ہوتا ہے۔

جیسے ایک ماں اپنے بچے کے لیے ہوتی ہے وہ خود ہر تکلیف برداشت کر لیتی ہے لیکن اپنی اولاد پہ ایک خراش نہیں آنے دیتی۔ زرنین بھی یشل کے معملے میں ایسی ہی تھی۔

وہ بھی ساتھ ہی اٹھی اور یشل کے ہمراہ داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

صبح باسی ہو کر دوپہر میں ڈھل رہی تھی اور سورج کی سنہری کرنوں میں خاصی تپش محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ درمیانے درجے کا گھر اس دھوپ میں کھڑا جھلس رہا تھا۔ جس کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہو تو دائیں جانب زینہ تھا اور اگر سیدھ میں آگے کو جاؤ تو ایک اور چھوٹا داخلی دروازہ آتا اس سے آگے دائیں جانب بڑا سا لونگ روم تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جس کے ایک حصے میں صوفوں سے آراستہ لاونج تھا اور ایک حصے کو ڈئنگ روم کے طور پر بنایا گیا تھا۔ دونوں کے درمیان میں بھورے اور کریم کلر کے پردے لگائے گئے تھے۔

بائیں جانب چھوٹا سا اوپن کچن تھا، لاونج اور کچن سے آگے جاؤ تو چھوٹی سی راہداری آتی جس کے آمنے سامنے دو کمرے جن میں سے ایک کمرے کا دروازہ مکمل طور پہ مقفل تھا اندر جھانکو تو کمرہ اندھیرے میں ڈوبا دکھائی دیتا تھا اور بیڈ پہ لحاف چہرے تک تانے وہ سو رہا تھا۔

یکایک اس نے جھنجھلا کر لحاف منہ پہ سے اُتارا اور مسلسل بجتا فون کان سے لگایا۔ "کس کو موت آگئی ہے صبح صبح سکون سے سونے بھی نہیں دیتے بند ہوتی آنکھوں سے وہ بولا ۔

"بیٹے میں تمہارا باپ بول رہا ہوں اور دوپہر کا ایک بج رہا ہے کبھی فرصت ملے تو گھڑی میں نئے سیل ڈال لینا اور فون بند۔"

شاز نے پہلے تو گھڑی کو گھورا جو کب سے چھ پر رکی اسے منہ چڑا رہی تھی۔ روز اس کو دھوکا لگتا تھا پھر فون کو گھورتا وہ بستر سے اترا قدم قدم چلتا باتھ روم تک آیا اور اس کے پیچھے غائب ہو گیا۔

واپس لاونج میں آ تو درمیانی عمر کے صاحب ناک پہ عینک ٹکائے اخبار کا مطالعہ کرے میں مصروف تھے، اور وقفے وقفے سے چائے کے گھونٹ بھی بھر لیتے۔

اچانک انہوں نے نگاہ اٹھائی تو وہ سامنے صوفے پہ بیٹھ رہا تھا۔ بال گیلے کر کے پیچھے کو جمائے سیاہ شرٹ اور نیلی جینز میں ملبوس۔

" تمہارے چھ نہیں بجے ابھی تک وہ اخبار پر سے نظریں ہٹائے بغیر بولے۔""وہ مجھے پتہ نہیں چلا نیند میں کہ آپ کا فون ہے سادگی سے وضاحت دی۔"

ابا نے اخبار فولڈ کر کے سائڈ پہ رکھا اور اس کو دیکھا۔" کام پہ نہیں جانا تھا کیا؟""نوکری چھوڑ دی ہے میں نے دوسری جگہ اپلائی کر رکھا ہے جیسے ہی رابطہ کریں گیں تو جاؤ گا" وہ سنجیدگی سے بولا تو ابا نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"کیوں نوکری کیوں چھوڑی شاز تمہاری یہ تیسری نوکری تھی۔"

وہ اتنے ہی سکون سے آگے کو جھکا اور ان کی چائے اٹھا کر گھونٹ بھرا پھر برا سا منہ بنا کے واپس رکھ دی "پھیکی ہے۔"

پھر نگاہ اٹھائی تو ابا خفگی اور تشویش سے اسے ہی تک رہے تھے۔ شاز نے گہری سانس لی۔

"فکر نہ کریں ایسا کچھ نہیں ہے بس دو تین لڑکوں سے جھگڑا ہو گیا تھا میرا اسی لیے چھوڑنی پڑی۔"

اب کہ ابراہیم صاحب نے گھور کر اسے دیکھا۔"تو یہ کہو کہ نوکری سے نکالا گیا ہے تمہیں۔"

"ابا ایک ہی بات ہے اور ویسے بھی میں نے چھوڑنی ہی تھی میری ماں کے بارے میں بکواس کی تھی اور میں اتنا بے غیرت ہوں کہ سن کے آجاتا ایک دو کو میں جان سے ہی مار دیتا۔" کہتے ہوئے آخر میں اس کا لہجہ سخت ہو گیا۔

ابا کی خفگی فکر مندی میں بدلی کیونکہ جس چیز کو وہ سمجھ رہے تھے کہ ختم ہو چکی ہے وہ پھر سے ابھرنے لگی تھی۔

آگے کو ہو کر اس کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھا پھر گویا ہوے، "تھیک تو ہونا بیٹا۔"

ان کی آواز میں فکر مندی بھی تھی تشویش اور خوف بھی۔

شاز ہلکا سا مسکرایا۔ "میں بلکل تھیک ہو آپ فکر نہ کریں کوئی مجھ سے میرے گھر کی عورتوں کے بارے میں کچھ کہے گا اس کے ساتھ یہی کرونگا اور یہی کرنا چاہیے۔"

ابا نے گہری سانس خارج کی "وہ تو تھیک ہے لیکن اگر تمہارے یہی حرکتیں رہیں تو کہیں ٹک نہیں سکو گے۔"

وہ ہلکا سا ہنسا۔ "کوئی بات نہیں اگر کہیں بات نہ بنی تو آپ ہیں نا ایک ہی ایک بیٹا ہوں آپ کا جیب خرچ تو دے ہی دیں گے۔"

انہوں نے خفگی سے اسے گھورا۔ "تم جیسی نکمی اولاد کے لیے کچھ نہیں ہے میرے پاس جاؤ اور جا کر نوکری تلاش کرو زیادہ دن فارغ نہ نظر آنا مجھے آخر میں مصنوعی ساڈپٹ کے بولے۔" تو وہ ہنستا چلا گیا۔

"اچھا اچھا کر لونگا فکر کیوں کرتے ہیں۔"

"کیونکہ میں تمہارا باپ ہوں اور جا کر گھڑی میں نئے سیل ڈالو پتا نہیں کب سے بند پڑی ہے سست انسان۔"

وہ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ گیا۔ہاں اب ابا کے چہرے ہیں ہلکی سی مسکان ضرور تھی اور ان کی چائے بھی اب مکمل ہوئی تھی۔

شام کے چھ بج رہے تھے اور مغرب کا وقت ہوا جاتا تھا۔وہ تھکی تھکی گھر میں داخل ہو رہی تھی۔

"تم آگیں کھانا لگاؤ یا کھا کے آئی ہو۔" اس نے آوازاری سے مڑ کے دیکھا تو چہرے پہ چھائی بیزاری خوشگوار حیرت میں بدلی ،وہ تیزی سے آگے بڑھی اور زائرہ کے گلے لگ گئی۔

آج یقیناً وہ گھر رکنے آئی تھی سال پہلے ہی اس کی شادی ہوئی تھی وہ اور یشل دو ہی بہنیں تھیں۔یشل الگ ہوئی اور بچوں کی سی خوشی لیے اس کو دیکھا۔

"تم کب آئیں مجھے بتایا ہی نہیں۔"

"دوپہر کو امی ابو نے شادی پہ جانا تھا وہاں گیے ہوے ہیں (وہ خاندان میں ہونے والی اس کی تایا کے بیٹے کے شادی کا ذکر کر رہی تھی)۔"

"ہاں امی نے بتایا تھا مجھے بھی کہہ رہیں تھیں ساتھ چلنے کو لیکن میں نے ہی منا کر دیا۔اب میرے پاس نہ اتنا وقت ہے اور نہ ہی اتنی توانائی کہ ان لوگوں پہ لگاؤں جو مجھے سخت زہر لگتے ہیں۔"

"بری بات ہے یشل۔" اس نے خفگی سے اسے ٹوکا۔

"بس کرو زیادہ حمایت کرنے کی ضرورت نہیں لاپروائی سے شانے جھٹکے اور جاؤ کھانا لگاؤ میں کپڑے بدل کے آرہی ہوں۔" تحکم سے کہتی وہ جانے کو مڑی "کھانا کھاؤ گی۔" زائرہ نے بہت معصومیت سے پوچھا۔

یشل واپس مڑی اور بہت غور سے اسے دیکھا۔"نہیں میری نہ روز دعوت ہوتی ہے اور میں ہوا پانی پہ تو چلتی ہوں مجھے کھانے کی کیا ضرورت ہے۔"

زائرہ ہنس دی۔"اچھا اچھا لگا رہی ہوں تم فریش ہو جاؤ۔" اور کچن کی طرف چلی گئی۔

باب نمبر:۲

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

فجر کی صدائیں بلند ہوتی سنائی دے رہیں تھیں۔ ہر طرف نیلا اندھیرا چھایا تھا۔ ایسے میں کالونی کے سبز بیلوں سے ڈھکے اس گھر کی کھڑکیاں اندھیرے میں ڈوبی تھیں سوائے ایک کمرے کے۔

کھڑکی سے اندر جھانک کر دیکھوں تو پیلی بتی والا بلب جلا تھا جس نے کمرے کو مدھم سا روشن کیا ہوا تھا۔

وہ چہرے کے گرد ڈوپٹہ اچھے سے لپیٹے التحیات میں بیٹھی تھی۔ پانی کی شفاف بوندیں اس کے چہرے پہ ابھی تک نُمایا تھیں۔ زائرہ نے جیسے ہی سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو نظر یشل پہ گئی وہ سر تک لحاف تنے سو رہی تھی۔ وہ اور یشل ساری رات باتیں کرتے رہے تھے ان کا یہی معمول تھا کہ جب بھی زائرہ رہنے آتی تو فجر تک جاگتیں اور باتیں کرتیں۔ زائرہ مسکراتی یشل کو دیکھتی زیرِ لب دعا مانگتی رہی۔

وہ بھی یشل کی طرح دبلی پتلی سی تھی گندمی رنگت، پرکشش نقوش اور سیاہ چمکتی آنکھیں اپنی تمام تر نرم مزاجی کے ساتھ بلکل زائرہ ہی لگتی تھی۔ جاء نماز فولڈ کرتی اٹھی اور یشل کی طرف آئی اسکا چہرا تھپکا۔

"یشل اٹھو نماز نہیں پڑنی کیا۔"

"کیا ہے سونے دو بعد میں پڑھ لو گی نا۔" نیند میں ڈوبی آواز میں بولی۔

"نماز بعد میں نہیں پڑھی جاتی ابھی پڑھی جاتی ہے اپنے وقت پہ چلو اٹھو شاباش۔" وہ مسلسل اسکا چہرہ تھپتھپا رہی تھی۔ یشل نے تنگ آکر آنکھیں کھولیں تو زائرہ سامنے کھڑی آنکھوں میں نرم سی خفگی لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

یشل گہری سانس لیتی اُٹھ بیٹھی اور زائرہ کو دیکھا۔ "آج سے روز پڑھنی ہیں کوئی بہانا نا سنوں میں انگلی اٹھا کے اسے تنبیہہ کی۔" یشل نے اتنی ہی تابیداری سے اثبات میں سر ہلایا۔

" جی امی جی اور کوئی حکم میرے لائک۔"

"نہیں فلحال تم یہی کر لو بڑی بات ہے۔" وہ بھی اتنی ہی سادگی سے بولی تھی۔ جب تک یشل باتھ روم کے دروازے کے پیچھے گم نہ ہو گئی زائرہ مستقیل اسے گھورتی رہی۔

"اس کا کچھ نہیں ہو سکتا زیرِ لب بڑبڑائی تھی۔"

ادھر فجر کا سورج طلوع ہوا اُدھر سارا شہر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اسی طرح ابراہیم صاحب کے بنگلے میں آج منظر ذرہ مختلف تھا۔ ڈائنگ کی میز کے گرد شاز بیٹھا چھوٹے چھوٹے لکمے زہر مار کر رہا تھا۔

ابا کی کل کے لیکچر کے بعد سے آج وہ جلدی اُٹھا تھا اور گھڑی میں سیل بھی ڈال لیے تھے۔

"ابا کتنا ہی اچھا ہوتا نہ اگر آپ اپنی جوانی میں کھانا بنانا سیکھ لیتے کم از کم یہ جلے وے ٹوسٹ تو نہیں کھانے پڑتے۔" اس نے ٹوسٹ کو دیکھا جو آدھا سیاہ تھا پھر ابا کو جو اپرن اتارتے کرسی سنبھال رہے تھے، انہوں نے اس کی بات پر گھور کر دیکھا جو برے برے منہ بنا کر کھا رہا تھا۔

"میں اب بھی جوان ہی ہوں کوئی اتنی زیادہ عمر نہیں ہے میری اور شرم آنی چاہیے تمہیں بوڑھے باپ سے ناشتے بنوا رہے ہو اور کوئی کام تو کرتے نہیں ہو۔ ایک یہی کام کر لیا کرو۔" شاز نے نگاہ اٹھائی۔

" ابھی تو آپ نے کہا کہ اتنی عمر نہیں ہوئی ہے آپ کی اور انسان کو کام کرتے رہنا چاہیے بندہ تندرست رہتا ہے ایسے۔" آخر میں ہمدردی سے مشورہ دیا۔ "کل سے تمہارا ناشتہ نہیں بناؤں گا میں خود بنانا بہت بڑے شیف ہو نا تم دس ہزار نقص نکال دیے ہیں۔" شاز ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے میں باہر سے کر لونگا۔" ابا اسے دیکھ کہ رہ گئے مجال ہو جو کچھ اس پہ اثر کر جائے۔ تھوڑی دیر بعد سنجیدگی سے اسے پکارا شاز۔۔۔؟

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

جو مسلسل فون پہ لگا چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ ان کو دیکھ کر فون سائڈ پہ رکھا اور ابا کی طرف متوجہ ہوا۔

"شادی کر لو شاز کب تک ایسے رہو گے اگلے سال انتیس سال کے ہو جاو گے آگے سے میں بھی بوڑھا ہو رہا ہو اور اس گھر کی تنہائی مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے۔" شاز اداسی سے مسکرایا اور ابا کو دیکھا۔

"کیا اس سے مجھے سکون مل جائے گا۔ مجھے سکون کی نیند آنے لگے گی۔"

وہ جانتے تھے شاز کس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ابا نے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا جو بہت ویران نظر آرہیں تھیں۔ ان کے دل کو یکدم کسی نے مٹھی میں لیا۔ "لیکن بیٹا دوسرے انسان کے زندگی میں شامل ہونے سے بہت کچھ بدل بھی تو سکتا ہے۔" اس نے دائیں بائیں نفی میں سر ہلایا پھر ان کو دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔

"ابا جب تک میں خود کو ٹھیک نہیں کر لیتا میں کسی قسم کا رشتہ نہیں بنا سکتا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی دوسرا suffer کرے۔ اور ابا لڑکیاں کوئی rehabilitation center تو نہیں ہوتیں کہ شادی کر لو تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اسی لیے میں ابھی خود کو وقت دینا چاہتا ہوں، جب مکمل طور پہ رشتہ بنانے کہ کابل ہو جاؤں گا تو کر لونگا شادی بھی، اور ابا میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی تکلیف میں رہے۔"

ابا نے سمجھ مسکرائے اور اثبات میں گردن کو جنبش دے کر اس کا چہرہ تھپکا آج وہ انہیں بہت پیارا اور معصوم لگا تھا۔

دن بھی اسی طرح ڈھل کے اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا اور آسمان کی نیلاہٹ گہری ہونے لگی تھی۔ اس وقت سبز بیلوں سے ڈھکے اس گھر میں مصروفیت ہر سو پھیلی تھی۔ یشل ابھی ابھی گھر آئی تھی اور امی سے بحث

کرنے میں مصروف تھی۔ جو ایک ہی بات بار بار اسے کہہ کر تھک گئیں تھی اور اب مدد طلب نظروں سے زائرہ کو دیکھا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے یشل بس تھوڑی دیر کی تو بات ہے پھر آ جانا گھر اور تم نے کیا کرنا ہے۔" زائرہ نے ایک اور کوشش کی۔

یشل نے بھوری آنکھوں میں خفگی لیے ماں اور بہن دونوں کو دیکھا۔

"میں آپ لوگوں کو پہلے بھی کہہ چکی ہو اور پھر سے کہہ رہی ہوں کہ میں نہیں جا رہی شادی پہ زہر لگتے ہیں مجھے وہ لوگ اور ان پہ ضائع کرنے کے لیے میرے پاس نہ وقت ہے اور نہ ہی توانائی۔"

"یشل بیٹے انہوں نے خود دعوت دی ہے۔ ایسے اچھا نہیں لگتا اور ہم زیادہ دیر نہیں رکے گیں جلدی آ جائیں گے۔ چلو شاباش جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" یشل نے امی کو دیکھا جو آنکھوں میں بہت مان اور امید لیے اسے دیکھتی کہہ رہیں تھیں پھر زائرہ کو۔ "اچھا ٹھیک ہے لیکن ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں۔"

فضیلہ نرمی سے مسکرائیں اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتی آٹھ کھڑی ہوئیں۔

وہ بے دلی سے بستر سے اٹھی اور الماری کی طرف آئی اندر سے ایک سیاہ رنگ کی قمیض نکالی اسے الٹ پلٹ کے دیکھا۔ پھر پھینکنے کے سے انداز میں بیڈ پر رکھی اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

اسے سخت ناپسند تھے اپنے رشتہ دار خاص طور پہ وہ جو منہ پہ کچھ اور پیچھے کچھ ہوں لیکن امی کو کیسے سمجھائے۔ اس نے صرف سوچا کہہ نہیں سکی۔ اس کے تایا کہ بیٹے کا ولیمہ تھا جس پہ نہ جانے کے لیے امی سے اتنی مغز ماری کی تھی مگر ہاتھ کچھ نہ آیا۔ وہ سخت خفا تھی۔

رات کا منظر ہر شے کو اپنی سیاہی سے ڈھانپے ہوئے تھا۔ لیکن لاہور کا یہ مشہور میرج ہال دن کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جہاں روشنی ہی روشنی تھی ہر شے سفید اور نیلے پھولوں سے آراستہ تھی۔ ہال کے دونوں

اعتراف میں سفید اور نیلے رنگ سے آراستہ کرسیاں اور میزیں بیچھی تھیں۔ اور درمیان میں چلنے کا راستہ تھا۔

سٹیج کو بھی سفید نیلے پھولوں سے سجایا گیا تھا جس پہ دلہا دلہن ساتھ ساتھ کھڑے شوٹ کروا رہے تھے۔

کونے والی میز پہ یشل بیٹھی بے دلی سے ہر شے کو تک رہی تھی گاہے بگاہے سے سامنے سٹیج کو بھی دیکھ لیتی۔

جتنی بیزار وہ اس وقت تھی یہ وہی جانتی تھی۔ امی اور زائرہ تائی سے ملنے گئیں تھیں اور ایوب صاحب مردوں کے ہمراہ اپنے دوستوں کے ساتھ تھے۔ وہ ایک جانے مانے تاجر تھے۔

اس نے سیاہ رنگ کی ریشمی گھٹنوں تک آتا ڈریس زیب تن کیے، ہلکا میک آپ، بال سیدھے کر کے کمر پہ تھے، وہ دراز قد تھی، دبلی پتلی سی سنجیدہ بھوری آنکھیں اور گندمی رنگت اسے مزید پرکشش بناتی تھی نقوش عام سے تھے مگر اپنی تمام تر سادگی کے ساتھ وہ یشل ہی لگ رہی تھی۔

اتنے میں اس کے کندھے پہ کسی نے ہاتھ رکھا وہ بے اختیار مڑی تو سامنے شمائلہ چچی اپنی بیٹی کے ہمراہ کھڑی تھی اور اس سے مخاطب تھیں۔

"یشل تم تو اب ملتی ہی نہیں ہو کتنے عرصے بعد آئی ہو۔" وہ تکلفاً مسکرائی ایسی بات نہیں ہے بس آج کل مصروف ہوتی ہوں اسی لیے وقت نہیں مل پاتا۔"

" اچھا اچھا ہمیں لگا تھا تم ہمیں ملنے کا شرف ہی نہیں بخشوں گی۔"

وہ بھی شمائلہ تھیں طنز کیے بغیر کیسے رہ سکتی تھیں۔ "ویسے پڑھ کیا رہی ہو آج کل۔" انہوں نے پھر سے استفسار کیا۔

یشل نے گہرا سانس لے کر خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی اور زبردستی مسکرائی۔ " جی سائکولوجی میں بی۔ ایس کر رہی ہوا بھی۔"

"اچھا اچھا ویسے یہ بھی سہی ہے آج کل سب ہی پاگلوں کے ڈاکٹر بنے چلیں ہیں اور کہیں نام جو نہیں آتا تو پاگلوں کا ڈاکٹر ہی سہی۔ اب بھئی میڈیکل میں تو ہر کسی کا ایڈمیشن نہیں ہو سکتا نا۔"

کہنے کہ ساتھ اپنی بیٹی کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کہ ہنسیں ں۔

ایک تو تھکن اوپر سے ان کی باتیں یشل اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس نے تمیز کو تھوڑا پسِ پشت ڈالا اور سنجیدگی سے انہیں تکتے گویا ہوئی۔ "اصل میں بات پتا ہے کیا ہے چچی کہ سب سے زیادہ علاج کی ضرورت انہیں ہی ہوتی ہے جو پڑھنے والے کو پاگل کہہ رہے ہوتے ہیں۔ علاج کرنے والا مریض نہیں ہوتا جس کا علاج کیا جاتا ہے وہ مریض ہوتا ہے۔ اسی طرح پڑھنے والا پاگل نہیں ہوتا ہاں جو انہیں پاگلوں کا ڈاکٹر سمجھتا ہے اسے کچھ کہہ نہیں سکتے۔"

آخر میں مسکرا کر اٹھی اور آگے بڑھ کے ان کا شانہ تھپکا پھر ہلکا سا جھکی اپنی بھوری آنکھیں ان کی آنکھوں پہ جمائے بولی۔

"اپنی بیٹی کا خیال رکھیے گا کہیں یہ نہ ہو کہ پڑھ پڑھ کہ اسے کسی پاگلوں کے ڈاکٹر کی ضرورت پڑھ جائے۔ میڈیکل میں ہے نا۔ اسی لیے کہہ رہی ہو۔"

پھر پیچھے کو ہوئی۔ "میں اب چلتی ہوں امی بلا رہیں ہیں مجھے۔" اور واپس مڑ گی۔ "بد تمیز لڑکی وہ زیرِ لب بڑبڑائی تھیں۔"

وہ قدم قدم اٹھاتی زائرہ سے جا ملی جو کب سے اسے جانے کے لیے بلا رہی تھی۔ "کیا کہہ رہیں تھیں۔" زائرہ نے ساتھ چلتے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس وہی فضول باتیں خیر تم چھوڑو انہیں جلدی چلوں میں بہت تھک گئی ہوں۔"

وہ دونوں گاڑی کی طرف بڑھ گئیں۔

مصروف رات مصروفیت میں ہی گزر گئی۔ اور صبح معمول کے برعکس ویران طلوع ہوئی۔ ایوب صاحب کے گھر میں ناشتے کی خوشبوں ہر سو پھیلی تھی۔ ڈائنگ ٹیبل کی سربراہی کرسی پہ ایوب صاحب براجمان تھے۔ ان کے دائیں ہاتھ پہلی کرسی پہ فضیلہ بیٹھیں تھیں اور بائیں ہاتھ پہلی کرسی پہ زائرہ تھی۔

"یشل نظر نہیں آرہی کہاں ہیں۔" انھوں نے فضیلہ کو مخاطب کیا۔

"سو رہی ہے آج یونی سے چھوٹی کی ہے۔"

"اس کو سونے کہ علاوہ کوئی کام ہے بھی یہ نہیں انتہاں کی کاہل اور نکمی لڑکی ہے وہ تلخی سے بولے۔ کل بھابی کی بیٹی کو دیکھا تھا۔" (یشل کی کزن)

"کتنی اچھی بچی ہے بھاگ بھاگ کے کام کر رہی تھی۔ اور تو میڈیکل میں نام آیا ہے اس کا۔ اتنی کابل بچی ہے۔"

ان کی آواز میں یہ کہتے ہوئے فخر سار در آیا تھا۔

"اور ایک یہ مریضوں کی طرح بیٹھی رہے گی۔ ساری زندگی بھی کر لے نہ تب بھی ڈاکٹر نہیں بن سکتی۔"

وہ مسلسل تلخی اور خفگی سے بولے جا رہے تھے۔

"کل وہ یونی سے آئی تھی تو میں نے ساتھ چلنے کا کہہ دیا تھا اسی لیے اتنی ڈل لگ رہی تھی۔ عام طور پہ ہماری یشل ایسی نہیں ہے۔" فضیلہ نے انھیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔ ایوب نے سر جھٹکا پھر ہاتھ اٹھا کے گویا ہوئے۔

" بس رہنے دو پتا ہے کتنی کابل ہے تمہاری بیٹی۔" وہ ٹیشو سے لب تھپتھپاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جانے کے لیے مڑے ہی تھے کہ سامنے یشل کھڑی تھی اسے نظر انداز کر کے ساتھ سے گزر گئے۔

فضیلہ نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ کھڑی تھی۔ پھیکا سا مسکرائیں۔

"یشل بیٹا تم اٹھ گئیں آو ناشتہ کرو۔" انہوں نے معاملہ سنبھالنے کی سعی کی۔ زائرہ بھی فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

جو جانے کب سے ادھر کھڑی تھی۔ ”بس امی بہت کچھ کھا اور سن چکی ہوں مزید کی گنجائش نہیں ہے۔ “ گیلی آواز میں کہتی پلٹ گئی۔

فضیلہ اور زائرہ نے فکر مند نظروں کا تبادلہ کیا۔ یہ تو اب ان کے گھر کا معمول بن چکا تھا۔

”امی ابو کو کیا ضرورت تھی اتنا کچھ کہنے کی۔ پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے ان کو خیر تم جا کے اس کو دیکھوں۔ “

زائرہ کو یشل کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی فکر مندی سے اٹھی اور اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

پورے کمرے میں اندھیرا کیے وہ بیڈ کے کنارے سے سر ٹکائے فرش پہ ہی اندھے منہ بیٹھی تھی۔ زائرہ نے گہری سانس خارج کی اور قدم قدم چلتی اس تک آئی۔

”یشل۔۔۔“ اسے دھیرے سے پکارا۔

”جاؤ یہاں سے زائرہ مجھے ابھی کسی سے بات نہیں کرنی ہے۔“

وہ نہ اٹھی نہ ہی سر اٹھایا اسے ہی بیٹھی بولی۔ زائرہ نے تاسف سے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ زمین پر ہی بیٹھ گئی قریب ہو کر اس کے بال سہلانے لگی

پھر دھیرے سے بولی۔ ”یشل تم اسے تو نہیں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ روتی تم تو میری بہت مضبوط بہن ہو۔“

یشل نے چہرہ اٹھایا تو وہ گیلا تھا بے حد گیلا آنکھیں اور ناک گلابی ہو کر دھک رہیں تھیں۔

”چھوٹی بات زائرہ یہ چھوٹی بات ہے۔ میں ساری زندگی یہ سنتی آئی ہوں ساری زندگی ان کی محبت اور توجہ کے لیے ترسی ہوں۔

میں بھی چاہتی ہو کہ وہ ایک دفعہ پیار سے بات کر لیں مجھ سے لیکن نہ تو ان کے پاس وقت ہوتا ہے میرے لیے اور اگر ہوتا ہے تو وہ مجھے degrade کرنے یہ مجھے کم تر محسوس کرانے میں لگا دیتے ہیں۔ کیا میں کوشش نہیں کرتی کیا محنت نہیں کرتی۔ پھر کیوں نہیں نظر آتا انہیں۔"

وہ چہرہ ہاتھوں پہ گرائے پھر سے بلک بلک کر رونے لگی تھی۔ زائرہ نے آنکھوں میں دکھ لیے اس کو دیکھا۔

"نہیں یشل ابو تم سے بہت محبت کرتے ہیں بس وہ زیادہ expressive نہیں ہیں۔"

"کہاں ہیں وہ محبت مجھے نظر کیوں نہیں آتی!۔" وہ زور سے چلائی تھی۔

"مجھے بچپن سے لیے کر اب تک نظر نہیں آئی زائرہ۔ میں ہر لمحہ ترسی ہوں صرف ان کی ایک شفقت بھری نگاہ کے لیے لیکن ان کو ہر کوئی پسند آتا ہے میرے علاوہ۔"

زائرہ نے آگے بڑھ کے اس کو گلے سے لگایا اور اس کے بال سہلاتی رہی۔ اس کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہیے یہ کوئی پہلی بار تو نہیں ہوا تھا۔

اسی باتیں ہوتی رہتی تھیں لیکن یشل کا ایسا ردِ عمل پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ یہ شاید وہ اندر ہی اندر گھل رہی تھی اور اب اپنا صبر کھو چکی تھی اس نے صرف سوچا۔ لیکن ابھی سب سے ضروری اس کے دل کا ہلکا ہونا تھا وہ ہلکا ہو گا تب ہی وہ کچھ سمجھائے گی کیونکہ زائرہ کو پتا تھا کہ ابھی یشل کو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

اتنے سالوں کا غبار چندہ مینٹوٗ میں تو کم نہین ہو جایا کرتا نا ٹھیک ہونے میں وقت درکار ہوتا ہے اور یشل کو بھی تھا۔

باب نمبر:۳

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب یشل کی آنکھ کھولی وہ وہیں بیڈ کے کنارے پہ سر ٹکائے سو گئی تھی۔ کب کیسے کچھ علم نہ تھا آنکھیں گلابی ہو کر جل رہی تھیں اور سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

اس نے اپنے ساتھ دیکھا تو زائرہ بھی وہیں بیڈ کے کنارے سے سر ٹھکائے سو گئی تھی۔ یشل کہ دل کو کچھ ہوا اس نے اپنی وجہ سے اسے بھی بے آرام کیا۔ "زائرہ اٹھو۔۔" یشل نے اسکا بازو ہلایا۔

"اٹھو چل کے بیڈ پہ سو۔" وہ اسے اٹھا کر بیڈ پہ لائی اور خود دوسری سائڈ پہ چلی گئی۔ صبح جو کچھ بھی ہوا وہ سب اس کے ذہن میں ایک بار پھر گردش کرنے لگا تھا۔ اس نے کروٹ لیتے ہوئے تکلیف سے آنکھیں بند کیں۔

وہ یہ سب نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ لیکن اس دل اور دماغ کا کیا کرتی جو بار بار ان یادوں کو دہرا رہا تھا۔

تاریک رات ایسے ہی گزر گئی اور سورج اپنی پوری شان سے جلوہ گر ہوا تھا۔ جیسے سارے شہر کی تاریخی کو روشن کر دیا ہو۔ یشل تیار ہو کر صبح جلدی ہی یونیورسٹی جا چکی تھی۔

وہ ابھی کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یونی کا سائکولوجی ڈیپارٹمنٹ اسی طرح ہر شے کو اپنے اندر جذب کیے کھڑا تھا۔ سائکولوجی کی کلاس اپنے معمول کہ مطابق ہو رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پیچھلی نشستوں پہ بور سی ہو کر یشل بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"یشل یشل۔۔۔" کہ جبھی میڈم کی آواز پہ وہ ہوش میں آئی۔

"جی۔" نظریں اٹھا کر میڈم کو دیکھا جو بغور اسی کو دیکھ رہیں تھیں۔

"یشل آپ کے گریدز اس دفعہ بلکل بھی اچھے نہیں آرہے۔ آپ کو توجہ دینی ہو گی نہیں تو یہ کورس پاس کرنا مشکل ہو گا آپ کے لیے۔"

یشل نے سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا۔ "میڈم میں محنت کرونگی۔"

الفاظ کہ برعکس چہرہ ویران تھا اور آنکھیں سوجی ہوئیں تھیں۔

"آپ کلاس کہ بعد میرے آفس میں آئیں۔" کہہ کر میڈم منیبہ کلاس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔
وہ ایسی ہی تھی کسی سے زیادہ بات نہیں کیا کرتی تھی لیکن آج معمول سے زیادہ خاموش لگ رہی تھی یہ تو زرنین نے بھی محسوس کیا تھا لیکن اس کے ہزار بار پوچھنے پر بھی۔ یشل نے بتانا مناسب نہیں سمجھا۔

آفس میں مصروف سی خاموشی ہائل تھی اور وہ ایک فائل کے ورق گردانی میں مصروف تھی۔ تب ہی دروازہ آہستہ سے بجا۔ منیبہ نے سر اٹھایا۔

"آجائیں۔"

دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوئی اپنی بھوری آنکھیں میڈم پہ مرکوز کیں۔

"جی کہیں بلایا تھا اپنے مجھے۔"

"بیٹھیں یشل۔" اپنے ازلی شائستہ انداز میں کہتی اسے کرسی کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
یشل نے کرسی کھینچی اور بیٹھی وہ اس وقت بہت بیزار تھی۔ لیکن انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"دیکھیں میڈم میں کافی مصروف رہی جس کی وجہ سے پڑھائی پہ توجہ نہیں دے پا رہی ہوں۔" وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتی کہنا شروع ہوئی۔

"لیکن آپ کو آئندہ شکایت نہیں ہو گی۔" بھوری آنکھیں مسلسل ہاتھوں پہ جمی تھیں۔

"یشل مجھے دیکھیں۔" منیبہ غور سے اس پہ نگاہیں جمائے بولی۔ اس نے نظریں اٹھائیں تو وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"میں نے اپنے آفس اس لیے تو نہیں بلایا آپ کو۔"

"پھر کس لیے بلایا تھا۔" ابرہ سکیڑ کے پوچھا۔ "آپ سے بات کرنی تھی
کیسی ہو آپ۔ Is everything ok کیونکہ مجھے آپ کافی دنوں سے ٹھیک نہیں لگ رہیں۔"

وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

منیبہ کی آنکھوں میں فکر مندی تھی۔ وہ آگے ہوئی۔" اب یہ مت کہنا کہ میں ٹھیک ہوں کیونکہ تم مجھے بلکل بھی ٹھیک نہیں ہو۔" یشل کہ بولنے سے پہلے ہی وہ بول پڑی۔ یشل نے گہری سانس لی۔

"میڈم میں ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے۔"

"یشل بھاگوں مت خود سے کیونکہ انسان جس چیز کو سب زیادہ avoid کرتا ہے وہ بار بار سامنے آتی ہے ۔" اس کی آنکھوں میں ناگوار سا تاثر ابھرا ۔

"میڈم میں کسی سے نہیں بھاگ رہی۔"

"تم نظر انداز کر رہی ہو اور یہ بات خود بھی جانتی ہو بس اس کو قبول اور اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔ تم تھک چکی ہو اور اب تلخ بن رہی ہو۔ اپنے self defense mechanism کے طور پر اکثر لوگ ایسے ہی کرتے ہیں اپنے ٹراما کی وجہ سے ان کو چھپانے کے لیے۔ تلخ ہو جاتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتی اس کا چہرہ پڑھتی بتا رہی تھی۔

"لیکن تم ایسی مت ہونا یشل تمہیں تھراپی کی ضرورت ہے۔"

یشل نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ "آپ مجھے ذہنی مریض کہہ رہی ہیں۔"

منیبہ کا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔ خفگی سے یشل کو دیکھتی کہنے لگی

" ایک تو مجھے سمجھ نہیں آتا کہ یہ سب لوگ ہم سائکولوجسٹس کو خلائی مخلوق کیوں سمجھتے ہیں۔ اتنا پیسہ لگا دیتے ہیں جسمانی صحت پہ لیکن ذہنی صحت کی کوئی پرواہی نہیں۔ دیکھوں" وہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو دوا لیتے ہیں نا۔ لیکن جب کوئی ذہنی دباؤ ہو تو اس کی دوا کیوں نہیں لیتے۔ ذہنی صحت کو ہم لوگ کیوں فراموش کر دیتے ہیں۔"

"میڈم دیکھیں میں بلکل ٹھیک ہو۔ آپ پریشان مت ہوں اور مجھے سمجھنے کی کوشش مت کریں کیونکہ میں سب کی سمجھ سے باہر ہوں۔"

منیبہ ہلکا سا مسکرائی۔ "ایسا بلکل نہیں ہے اپنے آپ کو دوسروں کو سمجھانے کے لیے سب سے پہلے اپنی ذات کو خود سمجھنا پڑھتا ہے۔ اور تم بھی یہی چاہتی ہو کہ کوئی تمہیں سمجھے، تمہیں توجہ دے۔

لیکن سب سے پہلے یشل اپنی ذات کو خود سمجھنا ہو گا۔" یشل نے تعجب سے میڈم کو دیکھا۔ (ان کو کیسے پتا)۔ پھر سر جھٹک کر کھڑی ہوئی۔

"میڈم میں اب چلتی ہوں۔"

منیبہ نے بھی مسکرا کہ اثبات میں سر ہلایا گویا جانے کی اجازت دی۔ اس کو یقین تھا کہ وہ دوبارہ ضرور آئے گی۔

گرمی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ سورج جیسے ہر سو آگ برسا رہا ہو۔ وہ شیشوں سے ڈھکی عمارت سورج کی تپش سے جھلس رہی تھی۔ آج اس کو ادھر کام کرتے ایک ہفتہ ہوا تھا۔ اور ابھی سے ہی کام بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ شاز کو اس پرائیوٹ فریم میں تعینات کیا گیا تھا۔

وہ سفید ڈریس شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس۔ بال پیچھے کو کر کے جمائے سیاہ پرکشش آنکھیں سکرین پہ مرکوز کیے کام کر رہا تھا کہ یکایک اس کا فون بجا۔ شاز نے ایک نگاہ فون کی سکرین پہ ڈالی جس پہ ابا کالنگ کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔ لبو پہ ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ اس نے یس کر کے فون کان سے لگایا۔

"جی کہیں آج آپ کو میری اتنی یاد آ رہی تھی کہ دن میں تیسری کال کر ڈالی۔" دوسری طرف ابراہیم صاحب نے فون کی سکرین کو گھورا پھر واپس خفگی سے بولے۔

" تم میری محبوبہ نہیں ہو جس کی یاد میں فون کر رہا ہوں۔ یہ بتانے کے لیے کیا ہے کہ گھر جلدی آنا ایوب کا فون آیا تھا۔ آج اس نے ایک بیزنس گیدرنگ رکھی ہے۔ اور ہمیں بھی دعوت دی ہے۔"

وہ بیزار ہوا۔ "ابا میں کون سا بیزنس مین ہوں یہ کتنی فیکٹریاں بنالیں ہیں میں نے جو جاؤں۔ ویسے بھی وہ آپ کے دوست ہیں میرے نہیں۔"

"شاز میں تمہاری مزید بک بک نہیں سنوں گا شرافت سے انسانوں کی طرح گھر جلدی آنا۔"

غصیلے لہجے میں ڈپٹ کر فون بند کیا۔ وہ گہری سانس لیے کر رہ گیا۔ پھر ایک نظر فون کو دیکھا اور دوسری نگاہ اپنے اعتراف میں رکھی فائلوں کے انبار پہ ڈالی۔ وہ اپنے ابا کا کیا کرے اور اپر سے کام بھی اتنا زیادہ۔

اب انکار بھی نہیں کر سکتا تھا انہیں۔ سہی پھنسا تھا وہ بیچارہ۔

میڈم کے آفس سے آنے کے بعد یشل کا موڈ مزید خراب ہو گیا تھا۔ اور اس خراب موڈ کے ساتھ ہی وہ گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ کہ ابھی وہ مڑتی ایک زوردار مکا اسکی کمر پہ پڑا تھا۔ اس نے چونک کہ سر اٹھایا تو سامنے زائرہ کھڑی تھی آنکھوں میں دھیر سارا غصہ لیے وہ اسے دیکھ رہی تھی پھر غصے سے ہی بولی۔"

اب تم اتنی بڑی ہو گئی ہو کہ بغیر بتائے گھر سے جاؤ گی۔"

یشل نے تویل سانس خارج کی پھر سادگی سے اسے دیکھا۔

" زائرہ میں یونی گئی تھی کوئی ملک چھوڑ کر نہیں گئی۔" وہ اتنے ہی تحمل سے بولتی اس کے ساتھ سے گزر گئی۔

"اچھا تو اب کھانا لاؤ۔" یشل نے بیزاری سے اسے دیکھا۔

"زایرہ میں ایک انسان ہوں اور زندہ رہنے کے لیے مجھے خوراک کی ضرورت ہے۔ ہوا پانی پہ نہیں چلتی میں۔ ظاہر ہے جاؤ لاؤ۔ "

زائرہ مسکراہٹ دبائے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ چلو کچھ تو بہتر ہوا محترمہ کا موڈ۔

چند مینٹ بعد وہ دونوں ڈائنگ ٹیبل پہ آمنے سامنے بیٹھی تھیں اور زائرہ کھانا کھاتی یشل کو تک رہی تھی۔ یشل نے نگاہ اٹھائی ایک ابرہ اچکایا۔

"تم نہیں کھاؤ گی کیا؟ "زائرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے یشل میری ایک بات مانو گی اور یہ سوچ کہ کرنا کہ میرے لیے کر رہی ہو۔ تم اس کو ایک favor سمجھو جو میں تم سے مانگنے جا رہی ہوں۔" زائرہ نے بہت پر امید نظروں سے اسے دیکھتے کہا تھا۔ یشل نے اسکی انکھوں پہ نظریں جمائیں۔

"کیا ہوا زائرہ اسے کیوں کہہ رہی۔ "ہو وہ فکر مند ہوئی تھی۔

"آج ابو نے ایک بیزنس گیدرنگ رکھی ہے شام میں اور ہم سب نے جانا ہے۔ "یشل کی آنکھوں میں تلخی سی ابھری۔

"زائرہ میں کچھ بھی بھولی نہیں ہوں اور تمہیں پتا ہے کہ میں کتنا دور رہتی ہوں ان چیزوں سے۔ سو تم لوگ جاؤ۔ "اس نے ہاتھ اٹھا کر صاف گوئی سے کہا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں میں کہ باہر آ جاؤ گی تو ہی تو ذہن کھلے گا نا۔ گھر میں بند رہو گی اور وحشت ہو گی تمہیں۔ پلیز یشل میں ایسے نہیں دیکھ سکتی۔ شکل دیکھو اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے خود کی۔ چلو کسی کے لیے نہ سہی تم اپنے لیے ہی کر لو۔"

یشل نے زائرہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ جن میں فکر مندی اور اپنایت تھی اس کے دل کو کچھ ہوا۔ اور پھر ساری مزاحمت دم توڑ گئی۔

"ٹھیک ہے میں لیکن کچھ بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے مجھے تکلیف ہو۔" زائرہ نے مسکرا کے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر دبایا جسے تسلی دی ہو کہ کچھ نہیں ہو گا۔ یشل بھی مسکرا کے کھانے لگی جو بھی ہو وہ زائرہ کو اسے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اس ساری تلخی کی حقدار تو وہ بلکل نہیں تھی۔

معمول کے مطابق شام ڈھل کے رات میں بدل گئی۔ ایسے میں اس خوبصورت ceremonial hall میں دن کا سماں تھا۔ ہر شے گہرے نیلے رنگ کے تھیم سے آراستہ تھی۔

دائیں اور بائیں جانب گہری نیلی کرسیاں اور میزیں بیچھی تھیں دونوں کونوں میں بوفے سٹینڈز اور درمیان میں ایک والک وے سا تھا جہاں لوگ چلتے پھرتے جوش گپیوں میں مصروف تھے۔

ایک کونے والی میز پہ وہ آوازار سا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا گویا بس جلدی سے گھر جانا چاہتا تھا۔

نیلی دریس پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے اور بال پیچھے کو کر کے بنائے، سیاہ آنکھیں اسے مزید پرکشش بنا رہیں تھیں۔ تب ہی کسی نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ بے اختیار مڑا تو ابراہیم صاحب ایوب کے ہمراہ تھے اور ایوب نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم تو عید کا چاند ہی ہو گئے ہو۔ نظر ہی نہیں آتے اور آج بھی میری بلانے پہ آئے ہو۔" وہ کافی خوشگوار انداز میں شاز سے مخاطب ہوئے۔

"نہیں انکل اصل میں وقت نہیں مل پاتا۔ مصروفیت ہی کچھ ایسی ہیں۔" ابا نے اس کی بات پہ مشتبہ نظروں سے دیکھا۔

"ہاں ہمیں اتنی آسانی سے کیسے شرف بخشیں گے آپ۔ اسی لیے تو آج میں نے دعوت دی تھی۔ لیکن مجھے خوشی ہوئی کہ آپ لوگ آئے۔"

ایوب بہت خوش دلی سے کہہ رہے تھے۔ ابراہیم اور ایوب کالج کے زمانے سے دوست تھے۔ لیکن پھر دونوں زندگی کی دوڑ میں اپنی اپنی راہوں پر گامزن ہو گئے۔ مگر قسمت نے انہیں ایک مرتبہ پھر ملا دیا تھا۔ اسی لیے آج وہ دونوں بہت خوش تھے۔

"آپ لوگ اب کھانا کھائیں۔" ایوب نے سامنے بوفے سٹینڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں باقی لوگوں سے مل لوں۔" اور آگے بڑھ گئے۔

ابا شاز کے ساتھ آ بیٹھے اور مشکوک نظروں سے گھورا۔

"کون سی مصروفیت میں ہوتے ہو تم آج کل مجھے بھی تو بتانا ذرا۔ ابھی ہفتہ پہلے نوکری لگی ہے تمہاری۔ اس سے پہلے مفت کی روٹیاں ہی توڑ رہے تھے۔" شاز نے بہت ضبط سے ابا کو دیکھا۔

"ابراہیم صاحب انسان تکلف میں بول ہی دیتا ہے۔"

"اچھا خیر کوئی پسند آئی تمہیں انہوں نے اس کی بات مکمل بھی نہ ہونے دی۔ شاز نے دونوں ابرہ سکیڑ کر انہیں دیکھا۔"

"کیا پسند آئی؟"

"اتنے بچے نہ بنو تم اپنی بہو کی بات کر رہا ہوں۔ اتنی لڑکیاں ہے کوئی اچھی لگی ہے تو بتا دو۔ ورنہ میں خود ڈھونڈ لونگا۔" وہ خفگی سے بولے۔

اس نے مزید اکتاہٹ سے انہیں دیکھا۔

"ابا پلیز میں ابھی اس موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو ہو جاؤ جلدی۔" وہ اسے گھور کر بولے۔ شاز بس گہری سانس لے کے رہ گیا۔

"زائرہ میں بہت بور ہو رہی ہوں جلدی چلوں بس۔" یشل کا صبر ختم ہونے کو تھا۔ "یشل ابا کے ساتھ ہی چلیں گے نا۔"

"وہ صبح تک ہی فارغ ہوں گے۔" یشل بیزاری سے بولی

"اچھا چلو کھانا لینے چلتے ہیں۔" زائرہ کہتی آٹھ کھڑی ہوئی۔

" زائرہ تم لے آونا اب میں کھانا لاتی اچھی لگوں گی۔"

"میں ملازمہ نہیں ہوں تمہاری چلو اٹھو۔" وہ سے گھور کر بولتی آگے بڑھ گئی۔

یشل بھی بے دلی سے اٹھی ایک نظر خود پہ ڈالی۔ وہ گہرے نیلے رنگ کے ڈریس میں ملبوس جو بہت سادی تھی ہلکا میک آپ اور بال سیدھے کر کے کھلے چھوڑے۔ وہ اپنے لاپرواحلیے کے برعکس آج کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔ بوفے سٹینڈ تک جاتے جاتے رش کافی بڑھ گیا تھا اور زائرہ پتا نہیں کہاں غائب ہو گئی تھی۔

لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔

"ایک تو سب کھانے کو دیکھ کر ایسے ٹوٹتے ہیں جیسے زندگی کا آخری کھانا ہو۔" وہ جل کر بولی۔ پلیٹ لیے آگے بڑی ہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے پکارا۔

"سنیے محترمہ آپ کافی مشکل میں لگ رہیں ہیں کیا میں آپ کو لا دوں۔" یشل مڑی تو وہ سیاہ آنکھیں اس پہ جمائے کھڑا کہہ رہا تھا۔

"سوری؟" یشل نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

تو شاز نے ذرہ سے شانے اچکائے۔ "میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں اگر آپ کو مشکل ہو رہی ہے کھانا لینے میں تو لا دوں۔"

یشل کے ماتھے پہ بل پڑھے بھوری آنکھوں میں ناگواری اتری

"اور آپ کو کیوں لگا کہ میں مشکل میں ہوں۔ میں خود لے سکتی ہوں۔"

"آپ پندرہ منٹ سے ایسے ہی کھڑی ہیں اسی لیے میں نے پوچھا۔"

"میں جگہ خالی ہونے کا ویٹ کر رہی تھی ایسے اندر گھسنا اچھا نہیں لگتا۔"

"جب تک آپ کی باری آئے گی یہ سب خالی ہو چکا ہو گا ایسے کچھ نہیں ملے گا آپ کو۔"

یشل سنجیدگی سے بھوری آنکھیں اس پہ مرکوز کیے بولی۔

"تو نہ ملے لیکن میں ایسے چیزیں نہیں لیتی جو دوسروں سے چھین کر لیں جائیں۔" پلیٹ واپس رکھی اور آگے بڑھ گئی۔

"لیکن آپ نے تو لیا ہی نہیں۔" شاز نے پیچھے سے پکارا۔

"مجھے نہیں لینا۔" وہ مڑے بغیر بولی اور آگے بڑھتی چلی گئی۔

شاز کے لبوں پہ ایک محفوظ سی مسکراہٹ ابھری تھی۔ جو بھی تھا وہ لڑکی عجیب لگی تھی اسے۔

جب یشل اپنی میز تک آئی تو زائرہ کھانا لا چکی تھی۔ یشل نے بہت گھور کر سے اسے دیکھا۔ "تم نے لانا تھا تو مجھے کیوں کہا۔"

"ارے ویسے ہی تم آ ونا وہ تو بھلا ہو اس لڑکے کا جو مجھے لا دیا ورنہ میری تو آج باری ہی نہ آتی۔"

"کس لڑکے نے۔" اس کے دونوں ابرہ بے ساختہ اٹھے۔

"وہی جو یہاں سے ذرا فاصلے پہ بیٹھا ہے کالی آنکھوں والا۔"

اس نے چونک کر نگاہ اٹھائی۔ تو سامنے شاز بیٹھا مسکرا کے اپنے ابا کی بات سن رہا تھا۔ پھر غصے سے زائرہ کو دیکھا۔

"کتنی بری بات ہے۔"

"اس میں برا کیا ہے؟" زائرہ نے الٹا یشل کو سوالیہ نگاہوں سے تکا۔

"کچھ نہیں جلدی کھاؤ اور گھر چلیں یشل کی تو بھوک ہی مر گئی تھی۔"

ساری غیر متوقع چیزیں اسی کے ساتھ ہونی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

باب نمبر:۴

رات کی تاریکی بڑھتی جارہی تھی اور ہر شے کی سیاہی میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ ایسے میں یشل آینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی کپڑے وہ کب کے تبدیل کر چکی تھی اور اب یونہی بے مقصد کھڑی تھی۔

ذہن میں بار بار آج صبح کی میڈم کی باتیں گونج رہیں تھیں۔(خود کو دوسروں کو سمجھانے کے لیے پہلے اپنے آپ کو خود سمجھنا پڑھتا ہے یشل)۔ اس کی بھوری آنکھوں میں تھکن اور ایک ویرانی سی تھی۔

اسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں کھو چکی ہے۔ وہ زندگی کی اس دوڑ میں ہر شے کے پیچھے بھاگتے بھاگتے۔ اتنا دور آگئی تھی کہ اب خود کو بھی تلاش نہیں کر پا رہی تھی۔ کہ وہ اپنی ذات میں کون ہے۔ "یہ میں کہاں جارہی ہوں مجھے اپنی خود کی ذات ہی سمجھ نہیں آرہی۔" اس نے خود کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

یکایک دروازہ کھلا اور زائرہ اندر داخل ہوئی۔ یشل نے سر جھٹکا پھر ذرہ سا مسکرائی۔

"تم واپس کب جارہی ہو۔"

"تم چاہتی ہو میں واپس چلی جاؤ؟" سوالیہ انداز میں ابرو اچکائی۔

"ارے نہیں میں تو اسے ہی پوچھ رہی تھی۔ اکیلی ہو جاوں گی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زائرہ اس کے ساتھ ہی شیشے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ یشل کا دل ایک دم خالی ہو گیا۔ بس آنکھوں میں اداسی لیے۔ زائرہ کے عکس کو تکتی رہی۔ زائرہ نے اسے دونوں شانوں سے تھام کر اپنی طرف اس کا رخ کیا۔ پھر نظریں یشل پہ جمائے بولی۔ "میں تمہارے لیے ہمیشہ موجود رہوں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے زائرہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گی"

کہتے ساتھ اسے کندھے سے لگایا۔ یشل نے بھی آنکھیں اس کے کندھے پہ رکھے موند لیں۔

کوئی تو تھا اس کے پاس جو اسے سمجھتا تھا۔

_____

"امی !امی !!۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ دیوانہ وار دروازہ بجا رہا تھا اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ سرخ پڑھ رہے تھے ۔اچانک سے دروازہ کھلا اس کی ماں کا بے جان وجود سامنے نظر آیا۔ وہ اندر کو لپکا اور ماں کا ہاتھ تھاما وہ اتنے ٹھنڈے تھے کہ اس کا اپنا وجود سن پڑ رہا تھا۔

"امی امی پلیز آنکھیں کھولیں آپ تو میری ایک آواز۔ پہ اٹھ جاتی ہیں نہ پلیز آٹھ جائیں۔ دیکھیں میں کتنا اکیلا ہوں۔ پلیز مجھے تنہا مت کریں۔"

وہ مسلسل آنسو بہاتا ماں کا ہاتھ تھامے ان کے سرہانے بیٹھا بولے جا رہا تھا۔ ابراہیم اندر آئے اور اسے ہٹانا چاہا۔ "بیٹا ہمیں تمہاری امی کو لے کر جانا ہو گا۔ وہ اب نہیں اٹھیں گیں۔"

الفاظ تھے کہ تیز دھار خنجر کی طرح چبھے تھے۔ اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں ۔ہاں؟ انہیں کچھ نہیں ہوا، آپ نہیں لے جاسکتے مری ماں کو"۔۔۔لوگ اسے زبردستی الگ کر رہے تھے۔ "چھوڑو مجھے امی کے ساتھ جانا ہے پلیز ایسے مت کرو۔" وہ مسلسل مزاحمت کرتا چلا رہا تھا۔

"مجھے امی کے ساتھ جانا ہے!!!!!!! ۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اچانک شاز کی آنکھ کھلی اور وہ پسینہ پسینہ ہوتے جسم کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔ چہرہ دونوں ہاتھوں میں گرائے۔ وہ کتنی ہی دیر اسے بیٹھا رہا اس کے ہاتھ ہنوز کانپ رہے تھے۔ چند لمحے بعد وہ کمرے سے نکلا اور کچن کی طرف گیا۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالی گلاس میں انڈیل ہی رہا تھا کہ۔

"تم ابھی تک سوے نہیں بیٹا؟" شاز مڑا اور سرخ متورم آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"پانی پینے آیا تھا آپ نہیں سوے۔" نظریں ملائے بغیر پوچھا۔

میں آواز سن کر آیا ہوں سب خیریت ہے نا ابا فکر مندی سے دیکھ رہے تھے۔ "ٹھیک ہوں ابا، اگر آپ سے کچھ پوچھوں تو بتایں گے مجھے۔" سرسری سی نگاہ اٹھائی۔ "ہاں بولو کیا ہوا ہے؟"

"چلیں لاونج میں چلتے ہیں۔" وہ انہیں لاونج میں لایا خود اور سامنے صوفے پہ جا بیٹھا پھر اسنجیدہ نظریں اور بے تاثر چہرے لیے بولا۔ وہ اسے ہی تک رہے تھے۔

"امی کی ڈیتھ کیسے ہوئی تھی ابا۔" آواز میں لرزش سی تھی۔ جانتا وہ تھا لیکن کم عمری کی وجہ سے سارا واقعہ نہیں معلوم تھا۔ کیونکہ جب بھی یہ ذکر آتا تھا اسے نئے سرے سے تکلیف ہوتی تھی۔

"شاز کیا ہوا ہے تم مجھے سب بتاؤ تم ٹھیک نہیں لگ رہے ۔" وہ تشویش سے اسے دیکھتے گویا ہوے تھے۔

شاز نے گہری سانس لی اور ساری کتھا سنا ڈالی وہ اور مزید اپنے اندر نہیں رکھ سکتا تھا۔

ابا نے بہت دکھ سے اسے دیکھا جو کافی اداس اور اس کا چہرا ویران سا لگ رہا تھا۔ "میں تمہیں مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے نہیں بتاتا تھا۔"

"تمہاری امی بہت بیمار تھی۔ عجیب گم سم سی رہنے لگیں تھیں۔ جب میں ڈاکٹر کہے لے کر گیا تو انہوں نے بتایا کہ ذہنی مسلہ ہے انہیں کسی اچھے سائکولوجسٹ کو چیک کرائیں۔ میں نے اسکا بہت علاج کروایا۔ اچھے سے اچھے سائکولوجسٹ کے پاس لے کر گیا۔

لوگوں نے بہت باتیں بنائیں کہ ڈیپریشن وغیرہ کچھ نہیں ہوتا بس دین سے دوری ہے۔ یا صرف توجہ حاصل کرنے کے بہانے ہیں، لیکن میں نے کسی کی بات پہ کان نہیں دھرے اور اسکا اچھے سے اچھا علاج کرانے کی کوشش کی۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ میں نے محبت کی تھی اس سے اور میں آخری دم تک اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ کوئی کیا کہتا ہے مجھے کسی کی پروا نہیں تھی میں بس چاہتا تھا۔ صوفیہ دوبارہ سے ایک نارمل زندگی جیے۔"

نام لیتے وقت ان کی آواز بھیگ سی گئی تھی۔

"لیکن پھر اچانک ایک روز میں صبح آفس اس سے مل کر گیا تھا وہ بلکل ٹھیک تھی۔ جب گھر آیا تو پتہ چلا کہ اس نے دوا کی دوز زیادہ تعداد میں لے لی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دم توڑ گئی۔ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ ایسا کیا

ہوا ہے۔ اور نہ ہی مجھے یقین تھا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔ لیکن پھر ڈاکٹر نے بھی یہی وجہ بتائی کہ اس نے اوور دوز لے لی تھی۔ "

"آپ نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اس دن ایسا کیا ہو تھا۔"

"کی تھی لیکن کچھ نہیں پتہ چلا۔ کیونکہ یہ کوئی ایسا کیس نہیں تھا کہ لیگل تریقے سے اوپن ہو سکے۔ اور پھر تمہاری پھپھو نے بھی بتایا کہ اس دن وہ اس سے ملنے آئی تھیں۔ تو اچانک ہی طبیعت بگڑی اور یہ ہو گیا۔"

آخر میں ان کی خود کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"تم اس وقت بہت چھوٹے تھے اور صوفیہ کی آخری نشانی تھے میرے پاس۔ میں تمہیں نہیں کھو سکتا تھا اور کسی مشکل میں نہیں ڈال سکتا تھا میرے پہ تمہاری ذمہ داری تھی میں نہیں چاہتا تھا کہ تم پر کسی بھی قسم کا منفی اثر ہو۔ تم بلکل اپنی ماں میں ملتے ہو وہ بھی اتنی ہی خوبصورت تھی اور تمہارے جیسی ہی سیاہ آنکھیں تھیں اس کی اسی لیے میں تمہیں نہیں بتاتا تھا کیونکہ میں تمہیں مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔"

کہتے ہوئے انہوں نے گیلا سانس اندر کھینچا اور نگاہ اٹھائی تو شاز کے بھی آنسو گر رہے تھے۔ وہ آگے ہوے اور اسے گلے سے لگایا کتنی ہی دیر اس کا سر تھپکتے رہے۔ اور وہ ان کے کندھے پہ سر رکھے روتا رہا۔

ابراہم اس کو دلاسہ بھی نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو انہوں نے کھویا ہے وہ بیوی ہے اور جو اس نے کھویا ہے وہ ماں ہے اور ماں کی کوئی replacement نہیں ہوتی۔

رات کی سیاہی دن کی روشنی میں بدلنے لگی۔ اور ایسے ہی سورج طلوع ہو گیا۔ شاز کی آنکھ کھلی تو وہ لاونج میں ہی صوفے پہ سو گیا تھا۔ کھڑکی سے چھن کر گرتی روشنی میں اس کی آنکھیں جل رہیں تھیں۔ اور سر میں ٹیس سی آٹھ رہی تھی۔ اسے رات والی ساری باتیں یاد آئیں۔ پھر اٹھ کے ادھر ادھر دیکھا ابا کہیں بھی نہیں تھے۔ اس نے اپنی وجہ سے ابا کو بھی پریشان کر دیا۔

شاز کو بے اختیار افسوس ہوا۔ کھڑا ہوا اور کچن کی طرف بڑھا اندر جھانکا تو ابا حسبِ معمول ناشتہ بناتے نظر آئے۔ وہ دبے قدموں قدم قدم چلتا ان کے قریب جا کھڑا ہوا۔ ابا کی اس کی طرف پشت تھی اسی لیے اس کی موجودگی سے بے خبر رہے۔ وہ انڈے کا آمیزہ پین میں ڈال رہے تھے۔

"آپ تو شیف بھی نکلے اور کیا کر لیتے ہیں آپ۔" ان کے کندھے سے جھانک کر بولا۔

ابا مڑے اور سنجیدہ نگاہ اس پہ ڈالی۔ معمول کے برعکس اسے آج ڈانٹا نہیں۔ بس خاموشی سے دگویا ہوئے ۔"تم بیٹھو نشتہ تیار ہے میں لاتا ہوں۔"

تقریباً پانچ منٹ بعد وہ دونوں ڈائنگ ٹیبل پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ اور ابا کی نظریں اس پہ جمی تھیں۔ جو خاموشی سے کھا رہا تھا۔ رات سے وہ انہیں کافی خاموش لگ رہا تھا۔

"کب سے چل رہا ہے یہ سب؟"

"کیا؟" شاز نے سوالیہ انداز میں ابرہ اچکائی۔

"ہم دونوں جانتے ہیں میں کس بارے میں بات کر رہا ہوں۔"

"ابا کیا فرق پڑھتا ہے میں اب اس کے ساتھ جینا سیکھ گیا ہوں۔"

انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں شاز انسان کبھی بھی اپنے پرانے زخم مندمل کیے بغیر جی نہیں سکتا۔ heal ہوئے بغیر ا کبھی بھی آگے نہیں بڑھا جاتا۔ ماضی کی یادیں ٹراما بن کر ساری زندگی ہانٹ کرتی ہیں۔" کہتے ہوئے انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما ۔ شاز نے گہری سانس لی۔ جب بولا تو آواز تھکن زدہ لگتی تھی۔

"ابا کیا میں نہیں چاہتا کہ میں نارمل ہوں۔ لیکن نہیں ہو سکتا۔ وہ خواب ہر وہ شے جو اس واقعہ سے جڑی ہے۔ سب میرا پیچھا کرتے ہیں ابھی تک۔ میں تھک گیا ہوں نکلنا چاہتا ہوں اس سب سے لیکن چاہ کر بھی نکل نہیں پاتا۔"

وہ واقعی میں تھکا ہو لگ رہا تھا اور اس آنکھیں ویران بنجر سی لگ رہیں تھیں۔ "ابا میں ایک ایسی سرنگ میں ہوں۔ جہاں سے نکلنے کا راستہ نظر ہی نہیں آتا ہر طرف اندھیرا ہے۔"

ابراہیم خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ "تمہیں تھراپی کی ضرورت ہے شاز۔ تم کسی اچھے سائکولوجسٹ کے پاس جاؤ۔ تمہیں اپنا علاج کرانا ہو گا۔"

ان کے آنکھوں میں اس وقت پریشانی، خوف اور فکر مندی یہ تمام جذبات ہلکورے لے رہے تھے۔ شاز بے یقینی سے انہیں دیکھتا رہا۔

"آپ کہہ رہے ہیں کہ میں ذہنی مریض ہوں۔"

ابا نے اس کا ہاتھ دبایا اور اپنایت سے بولے۔

"شاز تم بیمار ہو بیٹا اور تمہیں ذہنی دوائی کی ضرورت ہے۔ اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ یہ تو کسی بھی انسان کو ہو سکتا ہے۔ جیسے بخار میں دوا لی جاتی ہے۔ ویسے ہی۔ ذہنی بیماری کے لیے بھی علاج کرایا جاتا ہے۔ تم تھراپی لیے بغیر نہیں ٹھیک ہو سکتے۔ اور تمہاری ماں بھی تمہیں ایسے دیکھنا نہیں چاہے گی بیٹا۔"

وہ ہنوز فکر مندی سے کہہ رہے تھے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

شاز نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں چلتا ہوں اب مجھے دیر ہو رہی ہے آفس کے لیے اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔"

ابا اسے مضطرب سے جاتے دیکھتے رہے۔

ایوب صاحب اپنے کمرے میں بیٹھے وقفے وقفے سے چائے کے گھونٹ بھر رہے تھے۔ سنجیدہ نگاہیں فون کی سکرین پہ جمی تھیں۔ کہ دروازے پہ ہلکی سی دستک کے ساتھ وہ اندر داخل ہوئی۔ ایوب نے ایک نظر اٹھا کے دیکھا۔ تو وہ سامنے کھڑی تھی۔ اپنے بلایا تھا ابو نظریں ان پہ جمائے گویا ہوئی۔

انہوں نے سامنے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تو کنارے پہ ٹکی جسے زیادہ دیر نہ بیٹھنا چاہتی ہو۔

ایوب دوبارہ فون میں مصروف ہوتے ہوئے بولے۔

"آگے کا کیا ارادہ ہے تمہارا۔ یہ اس فضول ڈگری کو ہی لے کر چلنا ہے مستقبل میں۔" بے لچک انداز تھا۔

"ابو کچھ بھی فضول نہیں ہوتا اس کا بھی فائدہ ہے میں آگے جا کہ ماسٹرز کروں گی۔ میں ایک اچھی کلینیکل سائکولوجسٹ بنا چاہتی ہوں۔" انہوں نے بیزاری اور خفگی کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھا۔

"اچھا تو کیا کر لو گی تم یہ سائکولوجسٹ بن کر۔" ایک ابرہ اچکائی۔" نہ وہ ڈاکٹر ہوتے ہیں اور نہ ہی اس فیلڈ میں پیسہ ہے۔"

"ابو صرف ڈاکٹر کا پیشہ ہی نہیں ہے عزت اور پیسے کمانے کے لیے۔ اور آپ کو پتہ ہے ہماری ایک ٹیچر ہیں میڈم۔۔۔" وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر روکا۔ تو یشل چپ ہو گئی۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ ان کا رشتہ اتنا بے تکلف نہیں ہے کہ وہ ہر بات آرام سے کہہ سکے۔

"تم نے اپنے کزنز کو دیکھا ہے۔ میرے دوستوں کی تمام بیٹیاں کچھ نہ کچھ کر رہی ہیں اور ایک تم ہو جو اس بے کار ڈگری کے ساتھ جیے جا رہی ہو۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آخر میں تلخی سے دیکھا جس کا نہ نام ہے نا مقام۔

"ابو مقام کوئی بھی انسان کسی کو نہیں دے سکتا۔ عزت اور ذلت دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے گا تو میرے اس کام مین بھی برکت ہو گی۔ اور اگر وہ نہ چاہے تو میں کتنی بڑی ڈاکٹر ہی کیوں نہ بن جاوں میرے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔"

"تو اب تم مجھے بتاؤں گی۔" ان کا لہجہ اجنبی سا ہو گیا۔

"نہیں میں کون ہوتی ہوں آپ کو کچھ بتانے والی، اور رہا سوال دوسروں کا تو میں نہ ان جیسی ہوں اور نہ ہی بنا چاہتی۔ کیونکہ میں یشل ہوں۔ اور اگر وہ اتنے اچھے ہیں تو آپ ان کو گھر میں لے آئیں۔"

وہ نظریں جھکائے۔ کہتی مڑی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

یشل کے جاتے ہی فضیلہ کمرے میں آئیں۔ یقیناً سب کچھ سن چکی تھیں۔ ناگواری سے ایوب کو گھورا۔

"کیوں رکھتے ہیں آپ اس کے ساتھ ایسا رویہ۔ کیا سگی اولاد نہیں ہے وہ آپ کی یہ کہیں سے اٹھا کے لائے تھے اسے۔" ایوب نے نگاہ اٹھائی تو فضیلہ معمول کے برعکس۔ غصے میں تھیں۔ "وہ میری اولاد ہے اسی لیے جہاں دیکھنا چاہتا ہوں وہاں نہیں ہے وہ۔"

"اچھا تو کہاں دیکھنا چاہتے ہیں آپ اسے۔ اس دن بھی بے مقصد باتیں سنائیں آپ نے ۔ سارا دن کمرے میں بند رہی وہ۔"

انہوں نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا اور ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"بس کر دو سب توجہ لینے کے بہانے ہیں بس۔"

"تو آپ نے وہ توجہ اس کو دی کب ہے جو ہر بچے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بھی یہی سب چاہتی ہے سارے زندگی نظر انداز کیا ہے اپنے اسے یہ ہمیشہ دوسروں کو اس پہ ترجیح دی ہے۔ لیکن کبھی یشل کو یشل کی طرح نہیں دیکھا۔" وہ بھی گلہ امیز نظروں سے ایوب کو تکتی کہہ رہی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں کیا بنانا چاہتے ہیں۔ ایک بے حس پتھر دل انسان جس کہ نہ جذبات رہیں اور نہ احساسات ہر وقت دوسروں سے موازنہ کرتے رہتے ہیں۔ ایوب صاحب کبھی خود کے رویے۔ پہ بھی نظر ثانی کریں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ غلطی کہاں ہے۔"

"آپ محبت سے زہر بھی دیں گے نہ تو شہید لگے گا۔ جتنا اس رویے اور لہجے سے درست بات بھی کہیں گیں۔ تو وہ زہر کے ماند ہی لگے گی۔"

وہ خفگی سے کہتی کمرے سے نکل گئیں۔ پیچھے ایوب صاحب کچھ سوچتے تنہا رہ گئے۔

باب نمبر ۵

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

دو ہفتے معمول کے مطابق گزرے سب کی وہی روٹین رہی۔ یشل صبح جلدی یونی جاتی اور شام تک آتی زائرہ واپس جا چکی تھی۔ ایوب صاحب زیادہ کچھ کہتے نہیں تھے لیکن کم ہی یشل سے مخاطب ہوتے تھے۔

دوسری طرف شاز اس رات کے بعد سے زیادہ خاموش رہنے لگا تھا۔

صبح جلدی آفس چلا جاتا اور رات دیر سے آتا کئی دنوں سے اس نے یہی روٹین اپنا رکھی تھی, اور ابا پہلے سے زیادہ فکر مند رہنے لگے تھے۔ زندگی اسی طرح رفتہ رفتہ گزرنے لگی۔ بس فرق اتنا تھا کہ کچھ لوگ زندگی جی رہے تھے اور کچھ لوگ گزار رہے تھے۔ ایسے ہی یہ ایک شام کا منظر تھا جب شاز آج آفس سے جلدی گھر آ گیا تھا۔ لیکن اندر سے آتی آوازوں پہ ٹھہر سا گیا۔

لاونج سے ابراہیم صاحب اور کسی عورت کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اسے یہ لہجہ کچھ جانا پہچانا سا لگا۔ لیکن دماغ کسی نام کے ساتھ اسے فٹ نہیں کر پا رہا تھا, کہ کون ہے۔ وہ راہداری سے گزر کے لاونج میں آیا تو سامنے موجودہ خاتون کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گیا۔

وہ اس کو کیسے بھول گیا تھا جو اس کی سگی پھپھو تھی۔ شائستہ جو مسلسل بولے جا رہی تھی۔ اس کو دیکھ کہ یکدم چونکی اور زبان کو بریک لگی۔ ابا نے بھی مڑ کے دیکھا تو حیران ہوے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیٹا تم آج جلدی آ گئے۔" شاز جو لمحے بھر کے لیے پتھرا گیا تھا۔ ابا کی آواز پہ ہوش میں آیا۔

"جی آج زیادہ کام نہیں تھا اس لیے جلدی آ گیا۔"

شائستہ اٹھیں اور قدم قدم چلتی آگے آئیں جہاں شاز کھڑا تھا اس نے ایک قدم بھی نہیں بڑھایا تھا۔

شائستہ نے خود ہی آگے بڑھ کے شاز کا چہرہ چھوا اور وہ بے تاثر چہرہ لیے انہیں تکتا رہا اس کی آنکھوں میں کوئی احساس کوئی جذبہ نہ ابھرا۔

"شاز کتنے بڑے ہو گیے ہو، تم تو اپنی پھپھو سے بلکل ہی لاتعلق ہو گئے کوئی رابطہ ہی نہیں رکھتے اب تو۔"

"میں تلخ یادوں اور لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا۔" بے لچک لہجے میں گویا ہوا۔ ابا نے اس کے تاثرات دیکھتے بات سنبھالی۔

"وہ اصل میں شائستہ آج ادھر سے ہی گزر رہی تھی تو ملنے آ گئی۔

"کوئی یہاں آئے یہ جائے مجھے فرق نہیں پڑھتا۔"

وہ انہی سرد انظروں سے شائستہ کو دیکھ کر بولا اور آگے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ واپس جگہ پہ آ بیٹھیں۔ "بھائی صاحب۔"

چہرے پر مصنوعی فکر مندی طاری کرتے ہوئے بولی۔ "آپ اسے سمجھاتے کیوں نہیں ہیں آخر کب تک خفا رہے گا ہم سے۔

"دیکھو شائستہ تم جانتی ہو کہ وہ اتنی جلدی سب کچھ بھلانے والا نہیں ہے۔ اور صوفیہ تو پھر اس کی ماں تھی کوئی اپنی ماں کو کیسے بھول سکتا ہے۔"

ان کی آخری باتوں سے شائستہ کے چہرے پہ ناگواری ابھری اور تنک کر بولیں۔ "تو یہ اس کی ماں کو سوچنا چاہیے تھا نا خودکشی کرنے سے پہلے۔ خود تو مر گئی لیکن بچے کو تنہا کر گئی۔ سب بہانے تھے کوئی ڈیپریشن وغیرہ نہیں تھا اس کو۔"

وہ اتنا اونچا بولی تھیں کہ اندر کمرے میں شاز نے ایک ایک لفظ سنا تھا۔

"بس کرو شائستہ!" وہ جو مزید بولنے لگی تھی رکیں۔ ابا ہاتھ اٹھا کے قدرِ برہمی سے گویا ہوے۔ "وہ میری بیوی تھی تمہیں کوئی حق نہیں کہ اس کے بارے میں کچھ بھی کہو۔ کچھ تو لحاظ کر لوں وہ اب حیات نہیں رہی۔" آخر میں دکھ سے بولے۔

"تو بھائی اس کی بھی تو ماں۔۔۔" وہ اور کچھ کہتی اس سے پہلے شاز کمرے سے نکلا برہم چہرہ اور سرخ نگاہیں لیے بولا۔

" ایک لفظ مزید مت نکالنا میرے ماں کے لیے۔ شرم آنی چاہیے آپ کو ایسی زبان استعمال کرتے ہوے امی کے بارے میں۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی عزت نہیں کرتیں آپ ان کی زندگی میں کیسا سلوک رکھتی ہوں گی میری ماں کو مارنے والے آپ لوگ ہی ہیں۔ اس لیے یہاں سے تشریف لے جائے آپ تو بہتر ہے۔ اور آئندہ۔" انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔ "میرے گھر کی طرف رخ بھی مت کیجیے گا۔" غصے سے تیز تیز بولتے اس کو سانس چڑھ گیا تھا۔ وہ عام حالات میں ٹھنڈے مزاج شاز سے مختلف لگ رہا تھا۔

"ہاں ہاں۔۔ جا رہی ہوں مجھے بھی کو شوق نہیں ہے آنے کا۔" وہ اپنا پرس اٹھاتی تن فن کرتی باہر نکل گیں۔

داخلی دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو شاز نے ابا کی طرف رخ کیا۔

"آئندہ یہ عورت اس گھر میں نہ آئے ابا۔"

وہ آگے بڑھے اور نرمی سے اسے خود سے لگایا اس کا شانہ تھپکتے بولے۔

"میں اس کو ابھی بھی نہ آنے دیتا وہ خود ادھر آئی تھی لیکن اب کچھ بھی ایسا نہیں ہو گا جو تمہیں تکلیف دے۔"

وہ مسلسل اس کا کندھا سہلا رہے تھے۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ایسے میں زائرہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی آنکھوں میں فکر مندی لیے خود کو تکتی برش بے مقصد بالوں میں چلا رہی تھی۔ کافی دنوں سے یشل سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا اور یشل بھی کافی خاموش رہنے لگی تھی اس دن کے بعد یشل کی ہی فکر اسے کھائے جا رہی تھی۔

وہ کرے تو کیا کرے۔ پھر یکدم چونکی اور شیشے میں اپنے عکس کو دیکھا۔ جیسے دماغ میں کوئی ترکیب آئی ہوں۔ یکایک دروازوں کھلا اور سفیان اندر داخل ہوا۔ زائرہ کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔ وہ ایک خوش شکل

نوجوان تھااور زائرہ کا رشتہ دار بھی اسی لے ان دونوں کی باخوبی بن جاتی تھی اور زائرہ اسے پسند بھی تھی

۔

"کیاہوا پریشان لگ رہی ہو۔" اس کے عین سامنے کھڑے ہو کر گویاہوا زائرہ پھیکا سا مسکرائی اور چہرے پہ بشاشت لاتے ہوئے بولی

"نہیں اسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس کافی دونوں سے یشل سے بات نہیں ہوئی اس کے اسی کو بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"زائرہ ابھی دو ہفتے پہلے ہی آپ مل کر آئیں ہیں اس سے۔ اب تو مجھے یشل سے جلن ہو رہی ہے۔ جتنا آپ اس کے لیئے فکر مند ہوتی ہیں۔ کبھی ہمیں بھی یہ شرف بخش دیں۔" وہ مسکرا کہ اسے دیکھتے شرارت سے بولا تھا۔ زائرہ ہلکا سا ہنس دی۔ "یشل میری بہن ہے اور آپ میرے شوہر۔ جیسے آپ کی بہن آپ کی فکر کرتی ہیں ویسے ہی میں اپنی بہن کی کرتی ہوں۔ اور یہ شرف صرف یشل کو ہی حاصل ہو سکتا ہے۔" سفیان نے مایوسی سے اسے دیکھا۔

"چلیں کبھی ہم بھی اس شرف کا حصہ بنیں گیں۔ اب سو جائیں رات کافی ہو رہی ہے۔" وہ کہتا بیڈ کے جانب بڑھا اور لائٹ آف کر دی۔

چند منٹ بعد۔ زائرہ نے سفیان کو دیکھا تو وہ بے خبر سو رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنا فون اٹھایا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ اب وہ لاونج میں آ کر اپنی فون بک کھولے اسے نیچے کرتی جا رہی تھی کہ مطلوبہ نمبر پہ رکی اور کال ملائی تیسری گھنٹی پہ فون اٹھا لیا گیا اور نسوانی آواز ابھری۔

"ہیلو؟"

"میں زائرہ بات کر رہی ہوں یشل کی بہن مجھے آپ سے اس کے بارے میں کچھ بات کرنی ہے تو اگر آپ کل فارغ ہوں تو ہم مل سکتے ہیں کیا۔" آنکھوں میں بے چینی اور چہرے پہ فکر مندی تھی۔ پھر دوسری طرف

سے اس شخص کی بات سنتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات اطمینان میں ڈھل گئے اور پیشانی کے بل ڈھیلے پڑے۔

"جی ٹھیک ہے میں کل آپ کے آفس ہی آجاوں گی۔" وہ الوداعی کلامات کہتی فون رکھ رہی تھی۔

دوسری طرف ابراہیم صاحب لاونج میں بیٹھے اپنی فون بک اپریچے کر رہے تھے۔ کہ ایک نام پہ آرکے۔ ڈاکٹر منیبہ۔ اگلے لمحے وہ فون کان سے لگا چکے تھے اور بات کرتے ہوے کہہ رہے تھے۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے میں بس چاہتا ہوں کہ شاز کو بھی آپ ہی ٹریٹ کریں۔ مجھے ڈر ہے کہیں اس کی حالت مزید نہ بگڑ جائے۔"

دوسرے طرف سے اس کی بات سن کر ان کہ چہرے کے فکر مند تاثرات طمانیت میں ڈھلتے گئے۔

پھر اثبات میں سر ہلایا۔ "جی میں سمجھ گیا۔" اور کال منقطع ہوئی۔

اب وہ پہلے سے بہتر محسوس کر رہے تھے۔ آخر ان کو ہی کچھ کرنا تھا۔

مئی کی گرمی نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اور سورج چمکتا ہوا ہر سو اپنی تپش بھری سنہری کرنیں بکھیر رہا تھا۔ یونی ورسٹی کی راہداری میں

طلبہ ہ طلابات کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا اور کافی حبس محسوس ہوتا تھا۔ یشل سیدھ میں دیکھتی چہرے پہ آوازاری اور آنکھوں ویرانی لئے چلتی جا رہی تھی۔

"یشل۔۔۔" آواز پہ چونک کر رکی اور مڑ کے دیکھا تو سامنے زرنیں کھڑی تھی۔ وہ فاصلہ عبور کرتی اس تک آئی۔ اس کی آنکھوں پہ نظریں جمائے بولی۔ "یشل کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں نہ میرا فون اٹھا رہی ہو نہ ہی کچھ بتا رہی ہو۔ ہوا کیا ہے آخر اتنی ڈل کیوں لگ رہی ہو تم۔" وہ غور سے اس کو تکتے بولی ۔ اس نے نگاہیں چرائیں۔ "کچھ نہیں میں ٹھیک ہوں بس کچھ وقت اکیلیے رہنا چاہتی تھی۔"

"تمہاری حالت تو ٹھیک نہیں لگ رہی۔ اس دن میڈم کے آفس سے آنے کے بعد بھی تم نے نہیں بتایا کہ کیا بات ہوئی ہے۔" یشل کو بے اختیار اپنی اور میڈم کی گفتگوں یاد آئی۔ پھر بیزاری سے سر جھٹکا۔ "کچھ نہیں بس میرے گریدز کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔" زرنیں اس کے سامنے آکھڑی ہوئی اور شانوں سے پکڑ کے اسے اپنی طرف موڑا۔ پھر اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔ "یشل تم ٹھیک نہیں ہو اس بات کو جتنا جلدی ہو سکے مان لو۔"

اور ساتھ سے گزر کے آگے بڑھ گئی۔

یشل نے گہری سانس لی آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ وہ کافی زیادہ تھکن کا شکار لگتی تھی۔ نا جانے کیوں سب اسے حقیقت کا سامنا کرانا چاہ رہے تھے اور وہ اتنا ہی اس کو avoid کر رہی تھی۔ یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی آخر کیوں وہ جس شے سے بھاگتی ہے وہ اتنی ہی زیادہ اس کے سامنے آجاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دھوپ چھن چھن کر کھڑکی سے اندر گر رہی تھی اور وہ مصروف سی نگاہیں سکرین پہ جمائے مسلسل ٹائپ کرتی جا رہی تھی۔

آنکھیں گہری بھوری، صاف رنگت اور مناسب نقوش لیکن اس کی شخصیت میں ایک کشش ضرور تھی اور اپنے ازلی شائستہ انداز میں وہ منیبہ ہی لگ رہی تھی۔ آفس میں مصروف سی خاموشی ہائل تھی کہ ہلکی سی دستک ہوئی تو اس نے سر اٹھایا۔

"جی آجائیں۔" دروازہ کھلا اور زائرہ اندر داخل ہوئی اپنی سیاہ آنکھیں منیبہ پہ جمائے مسکرائی۔

"میں زائرہ ہوں یشل کی بہن۔" وہ جو ابرہ سکیڑے زائرہ کو دیکھ رہی تھی ایک دم چونکی۔ پھر مسکرا کر اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ بیٹھی تو منیبہ انہی نرم تاثرات سے دیکھتی گویا ہوئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو مسز زائرہ کیا بات کرنی تھی آپ نے مجھ سے یشل کے بارے میں۔" وہ جانتی تھی کہ زائرہ کیوں آئی ہے لیکن اس کے منہ سے سنا چاہتی تھی۔

زائرہ آگے کو ہوئی اور آنکھوں میں تشویش اور پریشانی لیے بولی۔

"میڈم۔" منیبہ نے ہاتھ آٹھا کے اسے روکا۔ "آپ مجھے صرف منیبہ کہہ سکتی ہیں۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی۔ "تھیک ہے تو منیبہ میں یشل کے لیے بہت فکر مند ہوں۔ وہ بہت عجیب سی ہوتی جا رہی ہے۔ نہ زیادہ بات کرتی ہے گم سم سی۔ آپ اس کی ٹیچر بھی ہیں۔ وہ بہت چپ سی ہو گئی ہے اچانک سے مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں آپ پلیز اسے تھراپی کے لئے راضی کریں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ ہی اس کا کیس دیکھیں۔" وہ فکر مندی سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

"وہ تھک چکی ہے اور اب isolation میں جا رہی۔ اکثر لوگ ایسے کرتے ہیں جب وہ ہر شے سے تھک جاتے ہیں۔ اور کوئی ان کو نہیں سنتا تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور زندگی کے ہر پہلوں سے خود کو withdraw کر لیتے ہیں۔ اس کے یقیناً ریلیشن شیپ ایشوز ماضی میں رہے ہوں گے۔ اور کچھ دوسروں کا ایسا تلخ رویا جو اس نے اپنے اندر رکھ رکھ کے۔ خود کو تھکا لیا ہے اور اب وہ ایک ٹراما کی شکل اختیار کر رہا ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زائرہ کے ذہن کے پردے پہ یکدم ابو اور یشل کا بچپن سے لے کر اب تک کا تعلق ابھرا۔ یشل کی آخری باتیں جو اس دن روتے ہوئے اس نے کہی تھی۔ پزل کے ٹکڑے اب جڑنے لگے تھے۔ وہ اتنے سالوں سے اس تکلیف کو اپنے اندر دفن کیے ہوئے تھی۔ اس کا دل یکدم کسی نے مٹھی میں لیا۔

"اب۔۔ اب کیا ہو گا وہ تھیک تو ہو جائے گی نا؟"

اس نے بہت امید اور خوف سے منیبہ کا چہرہ تکا۔

منیبہ کو اچانک ہی ماضی کا منظر یاد آیا۔ کسی نے ایک دفعہ پہلے بھی اس سے اتنی ہی امید سے کہا تھا۔

پھر سر جھٹکا اور پھیکا سا مسکرائی زائرہ کو دیکھتے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔

"ابھی ایسا کوئی مرض نہیں دنیا میں جس کا علاج موجود نہ ہو۔ تھراپی کی ضرورت ہے اسے اور وہ ٹھیک ہو جائے گی اتنا مسلے والی بات نہیں ہے۔ اور میں ہی اس کا علاج کروں گی تم فکر مت کرو۔" زائرہ کو مسکرا کر تسلی دی۔

وہ دوبارہ وہی غلطی نہیں دہرانا چاہتی تھی جو ماضی میں ہوئی تھی۔

زائرہ کے چہرے پہ اطمینان ابھرا پھر وقت دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں اب چلتی ہوں بہت شکریہ آپ کا اور آپ یشل کو نہیں بتائیں گی کہ میں نے آپ سے کہا ہے کچھ بھی۔ یہ میں نے آپ کو اس کے سائکولوجسٹ کے طور پہ منتخب کیا ہے۔"

منیبہ نے اثبات میں سر ہلا کر اس کو تسلی دی۔

"تم فکر مت کرو میں اپنے ہی طریقے سے اس کو ٹریٹمنٹ دوں گی۔" زائرہ نے ایک بار پھر شکریہ کیا اور باہر نکل گئی۔

پیچھے منیبہ گہری سوچ میں گم ہو گئی تھی اس گہری سانس خارج کی وہ خیر سے بس سارا کام کر لے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زائرہ نے پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکالی اور روڈ پہ ڈال دی۔ مین شاہراہ تک پہنچی سیدھ میں دیکھتی پر سکون سا ڈرائیو کرنے لگی۔ کہ اسے احساس ہوا سامنے سے گاڑی بہت تیز رفتار میں آ رہی ہے اور وہ ون وے روڈ تھی اس نے دائیں جانب دیکھا کہ گاڑی وہاں سے نکال لے لیکن جگہ بہت تھوڑی تھی۔ اس نے ہارن پہ ہارن بجائے لیکن گاڑی اسی تیزی میں ہی آ رہی تھی۔

شاید اس کی بریک فیل ہو گئی تھی اور وہ اس کی رفتار کم نہیں ہو رہی تھی۔ اتنے میں کہ وہ کچھ سمجھ پاتی یہ کوئی اور راستہ تلاش کرتی۔

گاڑی پوری قوت سے آکر زائرہ کی گاڑی میں آ لگی۔ وینڈ سکرین کا شیشہ سارا ٹوٹ کے اس کے اپر گر گیا زائرہ نے برابر میں دیکھا تو اس کی سائڈ کے شیشے میں کریک پڑ گیا تھا، پھر وہ بھی ٹوٹ کر اس کے کندھے میں پیوست ہو گیا۔ وہ بہت بری طرح گاڑی میں پھنسی تھی۔ ایسے کہ ہر شے اس کے اپر تھی۔ اور پھر چند لمحوں تک اس کی بصارت دھندلانے لگی۔ اسے بس محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے سر اور گردن میں سے کچھ سرخی مائل سا نکل رہا ہے اور اب تیزی سے بہہ رہا تھا۔ کہ سارے احساسات دم توڑ گئے اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ بلکل موت جیسا سیاہ اندھیرا۔۔۔

شام کے تقریباً پانچ بج رہے تھے اور وہ ابھی ابھی کلاس لے کر فارغ ہوئی تھی۔ باہر نکلتے ہی اس کا فون ایک بار پھر بج اٹھا جو کلاس کے دوران کئی بار بج بج کے بند ہو چکا تھا۔ یشل نے بیزاری سے فون کان سے لگایا۔

"جی کہیں میں آ رہی ہو گھر۔"

وہ بغیر نمبر دیکھے فون اٹھاتے ہی بولی۔ مگر جو دوسری طرف سے سن رہی تھی وہ یشل کے پیروں تلے زمین کھینچنے کے لیے کافی تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے ابلتا ہوا سیسہ اس کے کان میں انڈیل دیا ہو۔

"کب۔۔۔ کہاں۔۔ کون سے ہسپتال میں آ رہی ہوں۔" حیران پریشان ہکلاتے ہوئے بولی فون بیگ میں پھینکا اور لڑکھڑاتے قدموں سے راہداری پار کی۔ اس کے پیر بھی ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

اتنے میں میڈم منیبہ کلاس ختم کر کے ادھر ہی آ رہیں تھیں۔ یشل کو دیکھ کر رکیں۔ جو راہداری میں ہی بیٹھ گئی تھی چلنے کی ہمت ہی نہیں رہی تھی ٹانگوں میں۔ منیبہ نے آبرہ بے ساختہ سکیڑے مضطرب سی اس تک آئی۔

"یشل کیا ہوا ہے ایسے کیوں بیٹھی ہو۔؟"

"م۔۔م۔۔میری بہن کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے اور حالت بہت تشویش ناک ہے۔ ابھی کال آئی تھی ہسپتال سے۔" کس تکلیف سے اس نے یہ الفاظ ادا کیے تھے وہی جانتی تھی۔ منیبہ کو یکدم جھٹکا لگا ابھی دوپہر میں تو ملی تھی وہ اس سے اور اب۔ وہ مزید متفکر ہو کر آگے بڑھی اور یشل کو اٹھایا۔ "کون سا ہسپتال ہے بتاؤ میں لیے چلتی ہوں آپ کو۔" منیبہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی جو ہوا تھا ابھی تو ٹھیک تھی۔ پھر سر جھکتی یشل کو اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ گئی۔

ہسپتال اس وقت لوگوں کے ہجوم سے بھرا پڑا تھا۔ وہ سیدھا ریسیپشن تک آئی مطلوبہ کمرے کا پوچھا۔ بلائی منزل پہ پہنچ کر جیسے ہی لفٹ کھلی وہ بھاگ کر سامنے راہداری تک گئی جس کے دونوں اعطراف میں مریضوں کے کمرے تھے۔ ای۔ سی۔ یو۔ کے دروازے کے باہر رکی اور مسلسل پلک جھپکے بغیر نظریں دروازے پہ مرکوز کیے سامنے دیکھتی رہی۔ منیبہ باہر سے ہی اسے چھوڑ کے چلی گئی تھی اور زائرہ کی اطلاع دینے کا کہہ دیا تھا۔ فضیلہ نے اسے دیکھ لیا تھا تو اس تک آئیں اور یشل کو خود سے لگایا۔ وہ اس کی ذہنی کیفیت سے واقف تھیں۔ کافی دیر بات یشل کی آہستہ سی آواز سنائی دی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امی کیا ٹھیک ہو جائے گی؟"

فضیلہ نے اسے خود سے لگائے رکھا۔ جس کا چہرہ اذیت سے پر تھا۔

"پتا نہیں بیٹا ابھی تک ہوش نہیں آیا بہت گہری چوٹیں ہیں اسی لیے ای۔ سی۔ یو میں رکھا ہوا ہے۔"

"تم دعا کرو کہ وہ بلکل ٹھیک ہو جائے۔"

یشل کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ وہ اتنے دن سے سوچتی رہی کہ کیا چیز تھی جو اس کی زندگی میں نہیں تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ دعا نہیں مانگتی تھی۔ مانگتی تھی صرف اپنے گناہوں کی یہ نیک اعمال کی توفیق کی لیکن دعا اللہ سے بات کرنا ہوتا ہے نا اپنے مسائل زندگی کی پیچیدگیاں۔ اچھی بری ہر بات کرنا۔ دعا ہمارا

اور اللہ سے بات کرنے کا ایک ذریعہ ہے ایک کنیکشن۔ وہ ہمیشہ سمجھتی تھی کامیاب انسان اپنی محنت سے ہوتا ہے۔

مسائل خود حل کرنے پڑھتے ہیں لیکن آج پتا چلا تھا کہ انسان کے ہاتھ میں تو کچھ ہے ہی نہیں ہم کوشش کرتے ہیں۔ سارا کنٹرول ساری بادشاہت تو ہے ہی اس ذات کے ہاتھ میں۔ انسان کے ہاتھ میں تو کچھ ہے ہی نہیں۔ وہ امی سے الگ ہوئی اور وہیں بینچ پہ بیٹھ گئی۔ پھر گہری سانس لی اور آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ پہلی دفعہ اسے احساس ہوا تھا کہ کیا تھا جو تنگ کر رہا تھا اتنے دن سے لیکن بدلے میں اسکی بہن کی زندگی نہیں ہونی چاہیے تھی۔

رات کے اندھیرے میں ہر شے مزید سیاہ اور تاریخ ہوتی جا رہی تھی۔ منیبہ کے گھر میں ساری بتیاں بند تھیں اور لاونج ویران پڑا تھا۔ کمرے میں وہ لحاف چہرے تک تانے سو رہی تھی کہ اس کی آنکھ اچانک کھولی۔ وہ اٹھ بیٹھی اور سائڈ ٹیبل پہ رکھا لیمپ جلایا۔ زرد روشنی کمرے میں پھیلتی گئی۔ اس کا چہرہ واضح ہوا۔ تو بھوری آنکھوں میں فکر مندی تھی اور یشل کا پریشان چہرہ نظروں سے ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ بال سمیٹتی اٹھی اور باہر آگئی۔ لاونج میں صوفیے پہ پیر اپر کیے بیٹھی گہری سوچ میں گم ہو گئی۔ جانے کیوں اس لڑکی سے کوئی ایسا رشتہ نہ تھا پھر بھی۔ اس کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ ذہن میں آج دوپہر کو ہونے والی زائرہ سے ملاقات ابھری۔ اس کا ایکسیڈینٹ واپس جاتے میں ہی ہوا ہو گا۔ لیکن اب تو زائرہ کی کوئی خبر نہیں کہ وہ ٹھیک ہو گی یہ نہیں۔ اس نے سر جھٹکا جیسے ہر شے کو ذہن سے نکالنا چاہ رہی ہو۔

منیبہ کے والدین کا انتقال ہوئے عرصہ بیتا تھا۔ وہ تھی بھی اکلوتی، شادی کی تھی لیکن زیادہ دیر نہیں چلی اور اب اپنے امی ابو کے گھر میں اکیلی ہی رہتی تھی۔ اس وقت وہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔ کیا یہ ذمہ داری پوری کر پائے گی جو اس نے لی ہے بلکہ دو ذمہ داریاں یہ پہلے کی طرح۔۔۔

اس نے زور سے سر جھٹکا پھر نفی میں سر ہلاتی آٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہو گا وہ نہیں ہونے دے گی ۔"خود کلامی کرتی گویا اپنے آپ کو تسلی دے رہی تھی۔ جو لوگ سمجھتے ہیں سائکولوجسٹ ہونا ایک بے کار اور بہت آسان کام ہے انہیں سمجھنا چاہیے کہ۔ کوئی بھی کام نہ ہی آسان ہوتا ہے اور نہ ہی بے کار۔

بلکہ اس میں انسان کا اور اس کی ذہنی صحت کا ذمہ ایک سائکولوجسٹ اٹھاتا ہے اور یہ ہر شے سے زیادہ بڑی چیز ہوتی ہے۔

یشل وہیں بینچ پہ بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھی کب کیسے کچھ علم نہ تھا۔ یکدم ہی اسے اپنے کندھے پہ کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ اس نے بے اختیار آنکھ کھولی اور مڑ کے دیکھا تو ایوب کھڑے تھے اور اسی کو دیکھ رہے تھے۔ آنکھوں میں معمول کے برعکس نرمی تھی۔

"چلو میں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں شام سے یہی ہوں تھک گئی ہو گی۔ کچھ کھایا بھی نہیں ہے تم نے۔"

یشل پہلے تو حیران ہوئی پھر نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے کہیں نہیں جانا میں ٹھیک ہوں۔" وہ اس کے ساتھ ہی بینچ پہ آ بیٹھے۔

"مجھے ہسپتال سے جب کال آئی تو میں بہت ڈر گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی بیٹی کو تشویش ناک حالت میں ہسپتال میں منتقل کیا گیا ہے۔ مجھے ایسا لگا جیسے میری جان نکال لی ہو کسی نے، پہلی دفعہ احساس ہوا تھا مجھے کچھ کھونے کا۔" یشل خاموشی سے سنتی رہی پھر تلخی سے مسکرائی۔

"آپ کو ایسا بلکل بھی محسوس نہ ہوتا اگر زائرہ کی جگہ میں ہوتی بلکہ فرق ہی نہ پڑھتا۔ جب زندہ انسان کی قدر ہی نہیں تو مردہ کی کیا ہو گی ویسے کتنا عجیب ہے نہ ابا۔" اس نے پہلی دفعہ ابا کہا تھا اس سے قبل دونوں باپ بیٹی کم ہی مخاطب ہوتے تھے۔ "اس دنیا میں انسان کو اپنی قدر کروانے کے لیے مرنا پڑتا ہے زندہ

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

انسان کی قدر ہی نہیں۔ پھر لوگوں کو رونے کا ڈرامہ نہیں کرنا چاہیے کسی کے مرنے پہ۔ اور چند دن بعد کسی کو فرق بھی نہیں پڑھے گا سب اپنی دنیا میں مصروف اور انسان چھ فوٹ کی زمین کے اندر۔"

ایوب اسے خاموشی سے سے دیکھے گئے۔ وہ کتنی دکھی باتیں کرنے لگی تھی انہیں احساس ہی نہیں ہوا کہ ان کے اس رویے کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے۔ وہ تو بس اسے کامیاب دیکھنا چاہتے تھے دوسروں سے اچھا۔ لیکن تریقہ غلط تھا۔ اپنی اولاد کا دوسروں سے موازنہ کر کے ان میں احساسِ کمتری پیدا ہوتی ہے۔

پر عتمادی اپنے بچوں کو خود تھمانی ہوتی ہے ان کو توجہ دے کر اور ان کی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پہ ان کا حوصلہ بڑھا کے۔ اس طرح پھر وہ بڑے ہو کر کسی کی توجہ حاصل کرنے کے خواہشمند نہیں ہوتے۔ نہ ہی وہ توجہ گہرنے والا رویا اپناتے ہیں کیونکہ بچپن میں ان کی ضرورت پوری ہو گئی ہوتی ہے۔ ایوب صاحب کو پہلی دفعہ ملامت ہوئی تھی اپنے رویے پہ لیکن وہ کچھ کر نہ سکتے تھے۔ یشل بھی بولتے بولتے خاموش ہو گئی۔

آسمان پہ ہلکی نیلاہٹ چھائی تھی ابھی فجر کی چند ساعتیں ہی گزریں تھیں کہ ہر جاندار اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ آہستہ آہستہ سورج نے ہر شے کو اپنی کرنوں کی لپیٹ میں لے لیا اور سنہری روشنی پورے شہر کو روشن کرتی گئی۔ اس درمیانے درجے کے گھر میں معمول کے مطابق ناشتے کی مہک پہلی تھی۔

ابا پہلے تو چونکے کہ اتنی صبح شاز۔ اس کو کون سا دورہ پڑا ہے آج پھر کچن میں جھانکا تو وہ واقعی میں ایپرن پہنے کھڑا انڈا اپھینٹ رہا تھا اور چائے دم پہ تھی اساتھ ہی پلیٹ میں پراٹھے بنے رکھے تھے۔ ابراہیم صاحب کو لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہے ہیں کہ کہاں وہ ان کی ہزار باتوں کے باوجود کچن کا رخ بھی نہیں کرتا تھا۔ اور آج نشتہ بنا رہا ہے۔ لگتا ہے شائستہ والا صدمہ دماغ پہ لگا ہے بچارے کے۔

شاز کی پشت تھی اسی لیے ابا کی موجودگی سے بے خبر کام کرتا رہا۔

وہ ہلکا سا کہنکار کے بولے۔ "یہ سورج آج کہاں سے نکلا ہے۔"

وہ ابھی تک خیران تھے۔ وہ مڑے بغیر انڈا پھینٹتے بولا۔ "کیوں کیا میں ایک دن ناشتہ نہیں بنا سکتا۔ اب اتنا تو کر ہی سکتا ہوں میں آپ کے لیے اگر رات کا کھانا بنانے کی ذمہ داری آپ بھر لیں۔"

وہ ابھی سہی سے خوش بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس نے ان کی خاشی غرک کر دی۔ خفگی سے بولے۔ "شرم تو تمہیں چھو کر نہیں گزری کہ بوڑھے باپ سے کام کروا رہے ہو۔"

شاز مڑا اور سیاہ آنکھیں ابا پہ جمائے سنجیدگی سے بولا۔

"ابا آپ نہ ایک دفعہ سوچ لیں کہ آپ عمر کے کس حصے میں ہیں کبھی اب بوڑھے ہو جاتے ہیں اور کبھی جوان۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا تھا۔ وہ واقعی سوچنے لگے تھے تھوڑی پہ ایک انگلی رکھ کر۔ شاز کو بے اختیار ان پہ پیار آیا۔ اس نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے انڈا پین میں ڈالا اور تل کر پلیٹ پر پلٹا اور ناشتہ میز پر لگایا۔ پھر مڑا تو وہ ابھی تک کچن میں ہی کھڑے تھے۔

"اب آ بھی جائیں بعد میں سوچ لی جیے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے آئے اور کرسی کھینچ کر بیٹھے۔ پھر سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔ "شاز مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے؟" شاز نے نگاہ اٹھائی اور ان کے بولنے سے پہلے ہی بوا اٹھا۔ "ابا اگر اپنے میرے ناشتے میں نقص نکالے تو آئندہ نہیں بناؤں گا۔"

وہ ہنس دیے۔ "ارے نہیں باولے کچھ اور بات ہے۔"

"جی کہیں۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"اس دن ہم گئے تھے نہ ایوب کی بزنس گیدرنگ میں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "کیا ہوا ہے ان کو؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اسے کچھ نہیں ہوا لیکن اس کی بیٹی کا کل ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے بہت برا۔ ای۔ سی۔ یو میں ہے۔ ایوب کا فون آیا تھا۔ بہت پریشان تھا۔"

شاز خاموشی سے انہیں دیکھتے سنتا گیا۔

"جی تو آپ نے ہسپتال جانا ہیں ان سے ملنے۔"

"صرف میں نہیں تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے۔

ابا نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا جو کچھ بولنے لگا تھا۔

"کچھ بھی مت کہنا گھر جلدی آنا۔ تم نے میرے ساتھ جانا ہے" حکم صادر کر کے ناشتے کی طرف متوجہ ہوئے۔

شاز بس انہیں دیکھ کے رہ گیا۔ "جی ٹھیک اور کوئی حکم میرے لائک۔"

"تم یہی کر لو میرے لیے کافی ہے۔ اور ہاں کل سے چائے میں نمک کی جگہ پھیکی نکالنا میری اور انڈے میں چینی کی جگہ نمک ڈالنا۔ سارا بیڑا غرق کیا ہے تم نے۔"

اس نے بے اختیار ان کے کپ کو دیکھا جو آدھا خالی تھا اور آدھے انڈے کو۔ پھر اپنا دیکھا جو ابھی تک ان چھوا تھا۔ نظر اٹھائی تو وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے مسکرا کر۔ "مجھے پہلے کیو نہیں بتایا آپ نے۔"

"ابھی بتایا ہے نہ نکمی اولاد میری۔"

آخر میں خفگی سے بولے تو وہ ہنس دیا آج وہ پہلے سے بہتر لگ رہا تھا یہ شاید ان کو لگ رہا تھا۔

باب نمبر۶

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

گرمی میں مزید تپش محسوس ہونے لگی تھی۔۔ سائلوکولوجی کی کلاس اپنے معمول کے مطابق ہو رہی تھی اور وہ کلاس برخاست کر رہی تھی۔ نظریں پوری کلاس پہ جمیں تھیں یشل کہیں بھی نہیں تھی۔

منیبہ نے سر جھٹکا کلاس ختم کر کے نکلی اپنے آفس میں آتے ہی اس نے فون اٹھایا کال ملائی اور کان سے لگایا۔ گھنٹیاں جا جا کر واپس آ گئیں لیکن کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ وہ مایوسی سے تھک کر اپنی کرسی پہ گر سی گئی یشل کو تھیک بھی کرنا چاہتی تھی لیکن کیسے کرے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔ مگر اب کرنا اس کو ہی تھا۔ کچھ بھی کر کے یشل کو تھیراپی کو لیے راضی کرنا تھا۔ وہ کافی دیر سوچتی رہی پھر آنکھیں چمکیں اور ایک عزم سے سر اٹھایا۔ وہ ایک ماہرِ نفسیات ہے۔ اور اس کی نفسیات تک پہنچ ہی سکتی ہے۔ آج اس سے ہسپتال جا کر ضرور ملے گی منیبہ نے سوچا اس کے چہرے کے فکر مند تاثرات ڈھلتے گئے اور ایک ہلکی سی مسکراہٹ نے لبو کو چھوا۔ کیونکہ ماضی میں ہوئی غلطی کو دوبارہ نہیں دہرا سکتی تھی۔

ہسپتال میں معمول کا رش تھا اور مریضوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ زائرہ کو ہوش آ گیا تھا کچھ دیر پہلے ہی اسے دوسرے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ دماغ پہ زیادہ چوٹیں آنے کے باعث اسے ہوش دیر سے آیا تھا سفیان بھی کل سے سارا دن اور اب تک ہسپتال میں ہی تھا اب بھی اسے ایوب اور فضیلہ نے زبردستی گھر بھیجا تھا۔ تو ابھی زائرہ کی طبیعت دیکھ کے ہی کچھ دیر پہلے نکلا تھا۔ اب یشل اس کے پاس بیٹھی تھی۔

کمرا پھولوں کی خوشبوں سے مہک رہا تھا جو سفیان لایا تھا باقی پورے کمرے میں خاموشی ہائل تھی۔

اور یشل اس کا ہاتھ تھامے فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو غنودگی کے عالم میں تھی چہرے پہ لاتعداد چوٹوں کے نشان تھے۔ لب جامنی ، ایک پٹی سر پہ اور دوسری کندھے پر بندھی تھی۔

یشل مضطرب سی اسے دیکھے جا رہی تھی اس کے زخم پہ نظر جانے پر آنکھوں میں دکھ اترتا۔ یکایک دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی تو وہ چونکی پھر مڑ کر دروازے کو دیکھا ازائرہ کا ہاتھ چھوڑتی اٹھی دروازے

تک آئی۔ کھولا تو سامنے وہ کھڑا تھا اپنی سیاہ آنکھیں اس پہ جمائے ہلکا سا مسکرایا۔ یشل تو وہیں جم گئی تھی۔ پھر ساتھ نظر پڑی تو اس کے ابا بھی کھڑے تھے۔ اس نے سر جھٹکا اور سنجیدگی سے اسے دیکھتے گویا ہوئی۔

"جی آپ یہاں کیسے اور آپ کو کس نے بتایا میری بہن کے حادثے کا۔ اور تعلق کیا ہے آپ کا۔" یشل نے خفگی سے سوالوں کی بوچھاڑ ہی شروع کر دی تھی دروازہ بند کرتی خود بھی باہر آگئی۔

شاز اس پہ نظریں جمائے نرمی سے بولا۔ "دیکھیں تعلق کا تو مجھے بھی نہیں پتا لیکن آپ کے والد اور میرے ابا ایک دوسرے کے بچپن کے دوست ہیں۔ اور اس دن تقریب میں بھی انہوں نے ہی ہمیں دعوت دی تھی۔ اس حادثے کا بھی انہوں نے ہی بتایا ہے۔"

یشل کے تاثرات ذرہ دھیمے پڑے پھر ابراہیم کو دیکھا جو بہت اپنایت سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اس کی شرمندگی کم کرنے کے لیے بولے۔

"بیٹا کوئی بات نہیں اکثر غلط فہمی ہو جاتی ہے اور ایوب نے بھی پہلے کبھی ذکر نہیں کیا، نہ ہی ہماری ملاقات ہو سکی تو یہ معمولی بات ہے خیر ہے۔ اب کیسی طبیعت ہے زائرہ کی مجھے ایوب نے بتایا تھا۔"

یشل اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ تو ہلکا سا مسکرا کے بولی۔

"جی میں پہچانی نہیں تھی آپ کو اور زائرہ ٹھیک ہے اب ابھی سو رہی ہے کل تک اوبزرویشن میں رکھیں گیں پھر ڈسچارج دیں گیں۔"

"اچھا اچھا۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "چلو اللہ صحت دے۔ انشاللہ جلدی ٹھک ہو جائے گی۔"

اتنے میں سامنے سے ایوب آرہے تھے۔ موجودہ اشخاص کو دیکھ کر چہرے پہ مسکان سی ابھری۔ "مجھے دیکھ کے تو کبھی ایسے نہیں مسکرائے"۔ یشل نے بس سوچا کہہ نہیں سکی۔

"ارے آپ لوگ مجھے بہت خوشی ہوئی ابراہیم تمہیں یہاں دیکھ کر۔ پھر نظر ساتھ کھڑے شاز پہ پڑی بیٹا تم بھی آئے ہو ۔" وہ جواباً بس مسکرایا۔

زائرہ ابھی سو رہی ہے چلیں ہم لوگ باہر چلتے ہیں۔ وہ ایوب اور شاز کو اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ گئے۔

شاز نے کسی احساس کے تحت مڑ کے دیکھا تو وہ بھوری آنکھوں والی لڑکی وہیں بینچ پہ بیٹھی تھی۔ "آپ نہیں آئیں گی ہمارے ساتھ۔"

وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔ یشل نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا نہیں آپ میرے ابا کے دوست کے بیٹے ہیں میرے نہیں آپ لوگ جائیں۔

وہ سر ہلاتا ہوا واپس پلٹ گیا۔ اس لڑکی کی کوئی بات اسے بری نہیں لگی تھی۔ اس کے دل میں لاشعوری طور پہ دوبارہ اس سے ملنے کی خواہش جاگزین ہوئی تھی لیکن پھر وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

دوپہر شام میں ڈھل گئی تھی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کی جانب روانہ ہوتے جا رہے تھے سورج معمول کی طرح غروب ہو رہا تھا۔ اس نے ہسپتال کے پارکنگ لاٹ میں گاڑی پارک کی اور چند لمحے سامنے وینڈ سکرین سے باہر دیکھتی رہی آنکھوں میں فکر مندی بھری سوچ تھی۔ ذہن میں ہزار خیالات آ رہے تھے پھر سر جھٹکتی باہر نکلی قدم ہسپتال کے داخلی دروازے کی جانب بڑھائے۔ سامنے ریسپشن تک گئی اور مطلوبہ کمرے کا پوچھا پھر سیدھی راہداری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے نیلا جوڑا زیب تن کیا تھا سیاہ ڈپٹہ کندھے پر ڈالے۔ بال جوڑے میں مقید کیے۔ بھوری آنکھوں میں سنجیدگی لیے سیدھ میں دیکھتی چلتی جا رہی تھی۔ کہ قدم رکے سامنے ہی یشل بینچ پہ بیٹھی نظر آئی۔

ہلکا سا مسکرا کے اس کے ساتھ آ بیٹھی یشل نے کسی احساس کے تحت گردن موڑی تو سامنے میڈم کو دیکھ کے چونکی پھر حیرت سے بولی

"میڈم آپ یہاں؟"

"یشل میں اس دن کے بعد سے کافی پریشان تھی اور تم یونی بھی نہیں آئیں تھیں تو میں نے سوچا کہ آج خود تم سے مل لو اور زائرہ کی خیریت بھی پوچھ لوں گی۔"

"میڈم آپ کا بہت شکریہ اس دن کے لیے اور میں زائرہ کی وجہ سے کافی پریشان تھی اسی لیے نہیں آئی۔ آج ہی ہوش آیا ہے اسے تو کل تک رکھیں گیں پھر ڈسچارج کر دیں گیں۔"

"اب کیسی ہے وہ؟" منیبہ بہت غور سے اس کے تاثرات دیکھتی بولی۔

"ٹھیک ہے ابھی ڈاکٹر چیک اپ کر رہے ہیں اس کا۔ پھر آپ کو ملواتی ہوں اس سے۔" منیبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہاری اپنی بہن سے کیسی بونڈینگ ہے، اس دن تم جیسے پریشان ہوئی اس کے لیے مجھے کافی اچھا لگا یہ دیکھ کر۔"

"میڈم کیوں نہیں ہو گی وہ میری بہن ہے۔ میری سب سے اچھی دوست وہ میرا بہت احساس کرتی ہے۔ ایک وہ ہی ہے جو مجھے سمجھ سکتی ہے اور جیسے وہ مجھے سمجھتی ہے ویسے کوئی نہیں سمجھ سکتا مجھے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور تم؟"

یشل نے سوالیہ نظروں سے منیبہ کو دیکھا۔ تو وہ نرمی سے مسکرائی

"اور تم خود کو کتنا سمجھتی ہو یشل۔ اگر تم چاہتی ہو کہ دوسرے تمہیں سمجھیں اس کے لیے سب سے پہلے تمہیں خود کو سمجھنا ہو گا۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ اپنی ذات کو دوسروں کو سمجھانے کے لیے پہلے خود کو خود سمجھنا پڑھتا ہے۔

تو تم مجھے بتاؤ تم اپنی ذات سے کتنا واقف ہو۔"

یشل نے نگاہیں جھالیں۔ ”میڈم مجھے نہیں پتا۔ میں خود کو کیسے تلاش کروں میں اپنی ذات میں ہی معلق ہو کے رہ گئی ہوں۔“

اس نے نگاہ اٹھائی تو منیبہ نے اپنایت سے مسکرا کے اسے دیکھا۔ ”میں اس کا جواب تمہیں دوں گیں لیکن تب جب تم یونی میرے آفس آو گی۔“

اس نے ہلکا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

آدھا کام تو ہو گیا تھا اس نے یشل سے خود ہی اس کا مسلہ اُگلوا لیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آئے یشل آٹھ کے زائرہ کی طبیعت دریافت کرنے لگی۔

”وہ اب ٹھیک ہیں کل تک بہتر ہو جائیں گی تو ہم چھوٹی دے دیں گیں۔“ وہ کہتے ہوے آگے بڑھ گئے۔

یشل گھومی اور میڈم کو لیے کمرے کی طرف بڑی۔

اندر زائرہ زرد چہرہ لیے تکیوں کے سہارے ٹیک لگائے بیٹھی تھی سیاہ انکھیں کھڑکی پر مرکوز تھئں۔

آہٹ پہ دروازے کی طرف دیکھا تو یشل اندر داخل ہو رہی تھی زائرہ اسے دیکھ کر مسکرائی پھر ساتھ دیکھا تو منیبہ بھی کھڑی تھی۔ یشل آگے بڑی اور کرسی پہ میڈم کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور دوسری پہ خود بیٹھی۔

زائرہ منیبہ کو دیکھ کے چونکی ضرور تھی لیکن کچھ بولی نہیں۔

”یہ میری ٹیچر ہیں اس دن جب مجھے تمہارے حادثے کی خبر ملی تھی تو میڈم ہی مجھے ادھر لائیں تھیں۔ تمہیں دیکھنے آئیں ہیں ابھی۔“

زائرہ نے منیبہ کو تعجب سے دیکھا آنکھوں میں سوال تھا۔ جیسے کچھ پوچھ رہی ہو جس پہ منیبہ نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔

یہ اشارہ تھا اس کی طرف کہ آدھا کام ہو گیا ہے اور آدھا رہتا ہے۔

رات کا اندھیرا ہر شے کو ڈھانپے ہوئے تھا ایسے میں گرمی اور حبس میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

ابراہیم صاحب کے گھر کی بتیاں ابھی تک روشن تھیں۔ لاونج کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو شاز ابا کے سامنے چائے رکھ رہا تھا اور اپنی چائے لیے ان کے ساتھ آ بیٹھا۔ انہوں نے گردن موڑ کے اسے دیکھا جو سنجیدگی سے ابا کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا چائے میں پھر نمک ڈل گیا کیا؟" جس طرح سے وہ بولا تھا ابا ہنس پڑے اور نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں میں یہ سوچ رہا تھا آج تم نے چائے اتنی اچھی کیسے بنالی ویسے اتنی بدمزہ بناتے ہوں کے منہ میں نہیں دی جاتی۔" وہ جو بہت آرام سے چائے پینے لگا تھا خفگی سے سیدھا ہوا۔ "میں ایسے اپنی تعریف سمجھوں یہ بے عزتی۔" انہوں نے لاپروائی سے شانے اچکائے۔

"جو سمجھنا ہے سمجھو۔"

پھر مشکوک نظروں سے اسے تکا۔ "خیر تو ہیں کسی لڑکی کا چکر تو نہیں ہے یہ ناشتے۔۔ چائے۔۔۔"

شاز نے مزید کڑے تیور سے ابا کو دیکھا پھر اپنا کپ میز پہ دھرا۔

"نہیں آپ مجھے بتادیں کہ مجھے سکون سے چائے نہیں پینے دینی۔"

"میں تو بس ایک بات کر رہا تھا تم تو برا ہی مان گئے۔ اب جو انسان ایک پلیٹ اٹھا کہ کچن میں نہیں رکھ سکتا اور وہ اچانک سے ایسے کام کرنے لگ جائے تو شک تو ہو گا نا۔" شاز نے تھک کے نفی میں سر ہلایا۔

وہ ان سے نہیں جیت سکتا تھا۔ پھر سنجیدگی سے انہیں مخاطب کیا۔

"میں کچھ سوچ رہا تھا ابا۔" ابراہیم نے آبرو اچکائی۔"

"کیا؟"

"ایوب صاحب کی کیا اپنی بیٹی سے نہیں بنتی مطلب اس دن تقریب میں بھی الگ تھلگ ہی تھے زیادہ بات نہیں کر رہے تھے اور آج ہسپتال میں بھی۔" کافی دنوں سے وہ اس کے بارے میں ہی سوچے جا رہا تھا پتا

نہیں کیوں حالانکہ اس لڑکی سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن پھر بھی لاشعوری طور پہ اس کا دماغ اٹک سا گیا تھا اس پر۔ ابا نے شانے اچکائے

" ایوب نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے گھر میں کوئی مسلہ ہو میں نے کبھی پوچھا بھی نہیں۔ لیکن ایک بات ہے وہ بچی ہے بہت اچھی اور مجھے تو ہمیشہ سے ہی وہ بہت اچھی لگتی ہے۔ وہ شروع سے ہی کم گو تھی ایک سوبر پن سا تھا اس کے چہرے پر۔ پھر میں اور ایوب الگ ہو گئے ہماری اپنی زندگیاں، اپنے مسائل۔ وقت کہاں گیا کیسے گزرا کچھ پتا نہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے جیسے ایک بار پھر پیچھے وقت میں چلے گئے ہوں۔

"جی اتنی اچھی ہے کہ جب میں تقریب میں ملا تھا تو سیدھے منہ بات تک تو کی نہیں تھی محترمہ نے۔ یشل کا پیچھلا رویہ اس کے ذہن کے پردے پہ جھلملایا۔

ابا اسے دیکھ کر مسکرائے پہچانا نہیں ہو گا نا تمہیں۔ جیسے آج ہمارے ساتھ ہوا۔ اتنا عرصہ ہو گیا ہے انسان کے ذہن میں نہیں رہتا۔ اور شاز اجنبیوں سے اب بے تکلف ہو کر تو نہیں ملا جاتا نا۔ تمہیں پہلے تو کبھی کسی کے اپنے ساتھ رویے پر فرق نہیں پڑا تو پھر اب کیوں۔" انہوں نے ایک بار پھر اسے مشتبہ نظروں سے دیکھا۔ شاز نے گڑبڑا کر نفی میں سر ہلایا۔ "ایسا کچھ نہیں ہے ابا اور اٹھ کھڑا ہوا اب میں چلتا ہوں مجھے صبح جلدی آفس جانا ہے۔"

وہ نظریں بچاتا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ لیکن اب ابراہیم صاحب کے ذہن میں کچھ اور چل رہا تھا اور لبو پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ بیٹا میں بھی تمہارا باپ ہوں کچی گولیاں نہیں کھیلی میں نے۔

_____

سورج ایسا چمکتا ہوا طلوع ہوا تھا جیسے کسی نئے دن کا آغاز ہو اور نئی شروعات کا بھی سارے شہر کو اپنی سنہری لپیٹ میں لئے ہوے تھا۔ زائرہ کو آج ڈسچارج کر دیا جانا تھا وہ اب پہلے سے بہتر تھی یشل تھوڑی دیر اس کے پاس رکنے کے بعد یونی چلی گئی تھی۔ سب سے پہلے تو کلاس میں قدم رکھتے ہی اسے زرنین نے گھر لیا۔

"اب تم اتنی اجنبی ہو گئی ہو کہ دوست کو بتانا بھی پسند نہیں کیا۔ یار انسان اپنا دکھ سکھ تو ایک دوسرے سے بانٹتا ہے نا تم نے تو ایک لمحے میں ہی مجھے غیر بنا دیا۔" یشل نے بہت تحمل سے اس کی ساری بات سنی جو مسلسل خفگی سے بولے جا رہی تھی۔

"زرنین ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بس تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور سب اتنی اچانک ہوا کہ مجھے موقع ہی نہیں ملا کچھ ڈسکس کرنے کا۔"

"حد ہو گئی ہے ویسے تم کب سے اتنی فارمل ہو گئی ہو اور دوستوں میں تو سب چلتا ہے نا یار خیر چھوڑو میں تو ویسے بھی کچھ نہیں لگتی تمہاری۔"

غصے سے کہتی رخ بھی دوسری طرف موڑ لیا۔ یشل اس کی ایسے کہنے پر مسکرائی پھر مسالحتی انداز میں بولی۔

"اچھا نا سوری آئندہ سب بتاؤں گی اور تم واحد دوست ہو میری اب ایسے کرو گی تو کس سے کہوں گی میں۔"

چہرے پہ انتہا کی معصومیت طاری کیے بولی۔ زرنین نے گہری سانس لی بہت ہی ڈرامے باز ہو ویسے۔ یشل کھل کر مسکرائی۔

"ویسے تم نے بتایا نہیں میڈم منیبہ کیوں آئیں تھیں ہسپتال تم سے ملنے۔"

"ارے یار اس دن میں یہیں راہداری میں ہی گر گئی تھی یہ خبر سن کے تو میڈم نے دیکھ لیا تھا مجھے اور پھر ہسپتال بھی وہی لے کر گئیں ۔ زائرہ کی خیریت پوچھنے آئیں تھیں۔"

"جب تم یونی نہیں آئیں تھی تو پوچھ رہی تھیں تمہارا۔" یشل نے تعجب سے ابرہ سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"پتہ نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے جانا ہے ان کے آفس ان سے ملنے اس دن سہی سے شکریہ ادا نہیں کر سکی تھی میں۔"

میڈم منیبہ کے آفس کے باہر کھڑے ہو کر اس نے گہری سانس لی پھر دروازے پہ آہستہ سے دستک دیتی اندر داخل ہوئی۔ وہ جو مختلف فائلوں کی ورق گردانی میں مصروف تھی سر اٹھایا تو اسے دیکھ کر پہلے تو حیرانی ہوئی پھر لب مسکرا اٹھے۔

"ارے یشل آونا۔" خوشگواری سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ کرسی کھینچتی بیٹھی سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی بولنا شروع ہوئی۔

"میڈم میں نے کال رات بہت سوچا آپ کے سوال کے بارے میں کہ میں خود کو کتنا جانتی ہوں۔"

"پھر کیا جواب ملا؟" نظریں اس پر جمی تھیں۔

"مجھے نہیں پتا اگر میں سچ کہوں تو میڈم میں ہر شے کے پیچھے بھاگتے بھاگتے اتنی دور آ گئی ہوں کہ اب اپنی ذات کو بھی تلاش نہیں کر پا رہی۔ میں بھاگ بھاگ کر تھک گئی ہوں۔" وہ واقع میں تھکی ہوئی لگ رہی تھی جیسے عرصے سے کوئی اندیکھا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔ "میڈم مجھے تھراپی کی ضرورت ہے I need your help کیا آپ میری تھیراپسٹ بن سکتی ہیں یشل نے بہت آس سے منیبہ کو دیکھا تھا۔"

وہ مسکراتے ہوئے اسے سن رہی تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تمہاری تھراپسٹ بننے پر۔ ہم کل سے شروع کریں گے سیشن لیکن تمہیں ایک بات کو یقینی بنانا ہو گا۔ تم سیشن کی مدت پوری کرو گی اور جو بھی ٹاسک میں ت دوں

گی وہ مکمل کرنے ہونگیں۔ اور اگر کوئی بھی تمہیں تھراپی کے لحاظ سے کچھ بھی کہے یہ تمہارا مذاق اڑائے۔ یشل کسی کی بات پر کان نہیں دھرنے۔" وہ اثبات میں سر ہلاتی آٹھ کھڑی ہوئی "ٹھیک ہے میڈم آپ کا اس دن کے لیے بہت شکریہ آپ بہت اچھی ہیں۔" وہ مسکرائی "تم میرے سے زیادہ اچھی ہو۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں میری کلاس ہے۔"

منیبہ نے اثبات میں سر ہلایا جانے کی اجازت دی۔

وہ مڑی اور باہر نکل گئی۔ پیچھے منیبہ نے تسلی بخش سانس جارج کی اور سر کرسی کی پشت پہ پیچھے کو گرا دیا آنکھیں موند لیں۔ ایک کام تو ہو گیا اب بس ایک وعدہ اور پورا کرنا تھا۔ وہ کیسے کرے یہی سارا مسلہ تھا۔

شاز جس وقت گھر آیا تو ابا فون پر بات کر رہے تھے۔ اس کو آتے دیکھ الوداعی کلامات کہے اور کال منقطع کی۔ پھر مسکرا کے اسے دیکھا

"تم آج جلدی آ گئے۔"

"جی زیادہ کام نہیں تھا کس سے باتیں ہو رہیں تھیں۔"

"ایک جانے والا ہے اسی سے خیریت دریافت کر رہا تھا۔ خیر تم بتاؤں کھانا لگاؤں تھکے ہوئے ہو گے۔ فریش ہو جاؤ پھر ساتھ کھاتے ہیں۔"

شاز نے بھی زیادہ استفسار نہیں کیا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

ابا نے فکر مندی سے اسے جاتے دیکھا آج وہ زیادہ خاموش لگ رہا تھا بولتا پہلے بھی کم ہی تھا۔ لیکن کچھ تھا جو انہیں ٹھٹھک رہا تھا۔ ابراہیم نے سر جھٹکا اور کچن کی طرف بڑھ گیے

چند لمحوں بعد وہ دونوں ڈائنگ کی میز کے گرد بیٹھے تھے۔ شاز خاموشی سے کھا رہا تھا۔ ابا بار بار فکر مند نگاہ اٹھا کر اسے دیکھتے۔ پھر آخر کار پوچھ ہی لیا

"شاز کیا بات ہے بیٹا تم کافی چپ چپ ہو اگر کچھ ہوا ہے تو مجھے بتاؤ۔"

اس نے نظر اٹھائی اور پھیکا سا مسکرایا۔

"کچھ نہیں ابا میں ٹھیک ہوں بس تھکا ہوا ہوں اور سر میں بھی درد ہے آرام کروں گا تو ٹھیک ہو جائے۔۔"

" تم ٹھیک طرح سو رہے ہو نا؟" انہوں نے اس کی بات مکمل ہونے ہی نہیں دی۔ شاز نے تعجب سے انہیں دیکھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"شاز مجھے بتاؤ کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟"

وہ خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو ابا ہی بول پڑے۔

انہوں نے ہاتھ اٹھا کے ذرہ سختی سے کہنا شروع کیا۔ "شاز مسلے ایسے حل نہیں ہوتے ان کو حل کرنا پڑھتا ہے خلافِ معمول ان کا لہجہ سخت تھا۔ تم کسی بھی چیز سے بھاگ نہیں سکتے ہو یہ مسلے کا حل نہیں ہوتا کہ ان کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس طرح تم کبھی نارمل نہیں ہو پاؤ گے۔ جو لوگ اپنے مسائل کو avoid کرتے ہیں ان کا سامنا کرنے کے بجائے۔ وہ کبھی بھی سکون میں نہیں آسکتے۔ تمہیں خود کو ہیل کرنے کے لیے پہلے اپنے مسلے کو فیس کرنا پڑھے گا اسے قبول کرنا ہو گا پھر ہو گا تمہارا علاج۔ ایسے بیٹھے رہو گے تو ساری زندگی سکون کی نیند حاصل نہیں کر سکو گے۔"

آج پہلی دفعہ ہی وہ غصے سے بولے تھے لاڈ پیار سے سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے وہ بھی۔ بعض اوقات سختی کرنی پڑھتی ہے اپنی اولاد کی بھلائی کے لیے۔ وہ کہتے کہتے چپ ہوے۔ تو وہ جو خاموشی سے سن رہا تھا اپنی سیاہ آنکھیں ان پہ جمائیں۔ جو بہت اداس لگ رہیں تھیں۔

"آپ بتائیں میں کیا کروں میں خود تھک گیا ہوں۔" وہ واقعی تھکا ہوا لگ رہا تھا اور اب تو جیسے ہار مان لی تھی۔

ابا نے نرمی سے اسے دیکھا۔ "تم بچپن سے دکھ اور غم کو اپنے اندر سمیٹ سمیٹ کے رکھتے آئے ہو۔ اور اب جب وہ ساری تکلیف دے چیزیں ایک بہت بڑے ٹرامے کی صورت میں تمہیں نگل رہی ہیں۔" وہ بولے تو اب آواز میں نرمی تھی۔

"میں آخری دفعہ کہہ رہا ہوں تمہیں سائکولوجسٹ کی ضرورت ہے جیسے ہمارے جسم کو دوا کی بروقت ضرورت ہوتی ہے بیماری میں۔ ویسے ہی ہمارے دماغ کو بھی تندرست ہونے کے لئے دوا چاہیے ہوتی ہے۔ تمہارا دماغ ایک عرصے سے بیمار پڑا ہے اگر آگے بڑھنا ہے تو تمہیں یہ کرنا ہو گا۔" وہ کہہ کر اٹھ گئے اب یہ آخری تریقہ تھا اسے ٹھیک کرنے کا۔

شاز نے گہری سانس لی اور ابا کو جاتے دیکھا اور خود بھی اٹھ کے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کمرا اندھیرے میں ڈوبا تھا اس نے سوچ بورڈ پہ ہاتھ مارا تو سفید روشنی میں نہاں گیا۔ وہ آگے آیا اور بیڈ پر گر سا گیا۔ پھر سیاہ اداس نگاہوں سے چھت کو تکتے ہوئے گہری سوچ میں گم ہو گیا۔

اچانک ہی بھوری آنکھیں منظر میں آئیں۔ اس نے سر جھٹکا اور آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن سر جھٹکنے سے دل کے حال کو تو فراموش نہیں کیا جاتا نا۔ پہلی بار ملی تھی وہ لڑکی جانے کیوں اس کا خیال ذہن میں گردش کرتا تھا۔ شاز نے آنکھیں کھولیں۔

"پہلے مسلے کم ہیں تمہاری زندگی میں جو عجیب باتیں سوچ رہے ہو۔" خود کو خفگی سے کوسا اور دوبارہ آنکھیں موند لیں۔

ابا کی باتوں کے بعد اس کی نظروں کے آگے چھائی گرد صاف ہو گئی تھی۔ اسے اب پتہ تھا کہ اس کو کیا کرنا ہے۔

باب نمبر:۷

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اے۔ سی کی خنکی نے پورے آفس کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا اور اندر مصروف سی خاموشی حائل تھی۔ وہ لیپ ٹاپ پہ نظریں جمائے ٹائپ کیے جا رہی تھی بال جوڑے میں مقید تھے اور سنجیدہ بھوری آنکھیں سکرین پر مرکوز تھیں۔ دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔

اس نے آجائیں کہہ کر سر اٹھایا تو وہ خود بھی حیران رہ گئی۔ منیبہ اس وقت یشل کی توقع کئے بیٹھی تھی لیکن سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر تو بلکل ہی چونک گئی تھی۔ وہ نیلی جینز پہ سیاہ بٹنوں والی شرٹ پہنے بال ہمیشہ کی طرح پیچھے کو کر کے جمائے۔ سیاہ پر کشش آنکھیں منیبہ پر۔ ہلکا سا مسکرایا پھر بولا

"میں اندر آجاوں؟"

وہ جو حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی یکدم ہوش میں آئی اور اسے دیکھا جو پہلے ہی اندر کھڑا تھا۔

"آپ اندر آچکے ہیں بیٹھیں۔" کرسی کی طرف اشارہ کیا وہ قدم قدم چلتا قریب آیا اور کسی کھینچ کر بیٹھا۔

"جی کہیں کیسے آنا ہوا اور آپ کی تعریف؟" وہ اپنے ازلی انداز میں بولی۔

"میں شاز ہوں۔ شاز ابراہیم، ابراہیم صاحب سے آپ کی بات ہوئی تو ہو گی میرے ہوالے سے اور آپ میری والدہ کی سائکولوجسٹ رہ چکی ہیں میرے والد نے ہی مجھے بتایا تھا اور انہوں نے ہی مجھے ریفر کیا آپ کو۔"

"جی جی۔" وہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔ "ابراہیم صاحب سے بات ہوئی تھی میری آپ کے ہوالے سے وہ کافی فکر مند تھے آپ کی ذہنی صحت کو لے کر۔ اور آپ کی والدہ میری بہت پرانی اور اچھی کلاینٹ تھیں کافی عرصہ ان کا علاج کیا تھا میں نے۔ یہ بلکل بھی نہیں سوچا تھا کے یوں اچانک ایک دن مجھے ان کی خودکشی کی خبر ملے گی۔"

چہرے پہ زخمی سا تاثر ابھرا۔ "مجھے بلکل بھی نہیں لگتا تھا کہ وہ خودکشی کر سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کا مرض کافی حد تک ٹھیک ہو گیا تھا۔ پھر سب کیسے ہوا مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا اور میں نے کافی عرصے تک کوئی کلاینٹ

نہیں لیا کیونکہ مجھے لگتا تھا میں نے اپنی ذمہ داری سہی سے پوری نہیں کی۔ میں کافی عرصہ اسی گلٹ میں رہی ہوں۔"

شاز نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے سنجیدگی سے دیکھا

"کیا مطلب اگر وہ ٹھیک ہونے والی تھی تو پھر کیسے؟"

منیبہ نے گہری سانس لی "شاز مجھے نہیں لگتا کہ ڈیپریشن والا مریض اتنا خطرناک ہو سکتا ہے کہ اپنی جان لے لے۔ ہاں ایسے کیسز اکثر ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کی والدہ کا اتنا زیادہ severe کیس نہیں تھا کہ اپنی جان لے لے۔ وہ دوا ضرور لیتی تھی۔ میں ان کو کوئی میڈیسن نہیں دے سکتی تھی کیونکہ میں سائکولوجسٹ ہوں۔ سائکائٹرسٹ دے سکتے ہیں میڈیسن لیکن ان کی حالت دیکھ کر انہیں اچھے سائکائٹرسٹ کو ہی ریفر کیا تھا میں نے۔ اور پھر وہ تصدیق شدہ دوا لیتی تھی اور وہ بھی اتنا ہائی دوز نہیں تھی۔ ہاں اگر زیادہ تعداد میں لو تو نقصان ہو سکتا تھا۔" شاز نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ "خیر میں یہاں اپنے سلسلے میں آیا ہوں آپ نے میری والدہ کا علاج کیا تھا اور میرا بھی آپ ہی کرے گیں کیونکہ میرا مسلہ بھی انہی کے گرد گھومتا ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ سنجیدگی سے ہموار لہجے میں کہہ رہا تھا۔ منیبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے مجھے آپ کا علاج کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کے والد نے مجھے آپ کی سیچویشن سے کافی پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔"

"تو کب سے آوں میں؟"

"ہم کل سے تمام سیشنز شروع کریں گیں لیکن آپ کو ایک بات یقینی بنانی ہو گی کہ آپ سیشنز کی تمام مدت پوری کریں گیں کیونکہ اکثر کلائنٹس تھوڑا فرق دیکھ کر درمیان میں ہی چھوڑ جاتے ہیں اور ایسے وہ مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو پاتے۔ ٹھیک ہے میں مدت پوری کرونگا۔"

وہ الوداعی کلامات کہتا جانے کو لیے مڑا ہی تھا کہ۔ دروازہ ہلکی سی دستک کے ساتھ کھلا اور وہ اندر داخل ہوئی۔ یکدم چونک کر شاز کو دیکھا جو خود بھی خیران سا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پھر یشل خود ہی معذرت کرتی باہر نکل گئی۔ منیبہ نے بغور دونوں کو دیکھا۔ پھر شاز سے بولی۔ "آپ ان کو باہر جا کر اندر بھیج دیں۔" وہ سر ہلاتا ہوا باہر نکلا تو۔ یشل شل سی باہر دیوار سے لگی کھڑی تھی۔

"آپ کو اندر میم بولا رہی ہیں۔" شاز کو ناگواری سے دیکھا پھر ایک نظر بند دروازے پر ڈالی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ ہر جگہ آپ مل جاتے ہیں۔ کہیں مجھے سٹالک تو نہیں کر رہے۔" وہ ہنوز مشکوک نظروں سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

شاز نے گہری سانس لی۔ "محترمہ یہ دنیا آپ کے گرد نہیں گھومتی اور میرے پرانے تعلقات ہیں ان سے اسی لیے یہاں کام سے آیا ہوں۔ اور مجھے بلکل علم نہیں تھا کا آپ یہاں ہوں گی۔" وہ مسلسل خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ میری ٹیچر ہیں اور یہ میری یونی۔" بے لچک لہجے میں گویا ہوئی۔

"اچھا اچھا ویسے ایک بات پوچھوں آپ سے؟" سادگی سے سوال کیا۔

"نہیں۔" ٹکا سا جواب آیا۔

"اچھا آپ مجھے دیکھ کر غصے میں کیوں رہتی ہیں ہمیشہ دیکھیں نہ تو میں نے آپ کی کوئی جائداد کھائی ہے نہ ہی آپ سے میری کوئی خاندانی دشمنی ہے۔ نہ ہی آپ سے فراڈ کیا ہے میں نے اور نہ آپ کا پیسہ لے کر بھاگا ہوں۔" وہ اثر لیے بغیر بولا تھا۔

"میں آپ کو جواب دینے کی پابندی نہیں ہوں اور اجنبیوں سے اب بے تکلف تو نہیں ہو جاتا نا انسان۔" وہ کہتی اندر آفس کی جانب بڑھ گئی۔ یشل کی بات وہ ہلکا سا مسکرایا تھا اسے ابا یاد آئے تھے پھر مڑ کے بند دروازے کو دیکھا۔ اور نفی میں سر ہلاتا آگے بڑھ گیا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

یشل اندر داخل ہوئی اور میڈم کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ رہی تھی۔ منیبہ نے نظر اٹھائی ۔"آپ جانتی ہیں کیا انہیں جو ابھی گئے ہیں؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔" میڈم مجھے کیا پتہ کون ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آج سے سیشن کا آغاز کریں گیں۔"

"جی بلکل لیکن شروع کرنے سے پہلے میں چند باتیں آپ سے ڈسکس کرنا چاہوں گی۔" اس نے ایک صفہ اس کے سامنے رکھا پھر اسے دیکھا۔"آپ کو بطور کلاینٹ کے حقوق سے آگاہ کرنا میرا فرض ہے اور آپ کی کہی ہر بات confidentiality کے اصول کے تحت آپ کے اور صرف میرے درمیان رہے گی۔ اور اگر میں نے پرائیوسی بریچ کی تو میرا لائسنس کنسل کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کاغذ غور سے پڑھا پھر اثبات میں سر ہلایا

"جی میڈم میں سمجھ گئی۔"

"یشل آپ کو مجھ سے سچ بولنا ہو گا آپ مجھے bluff نہیں کریں گی اور اگر آپ نے کچھ بھی مجھے سہی سے نہیں بتایا تو اس کا فائدہ آپ کو نہیں ہو گا is that clear ؟"

منیبہ نے اپنی بات ختم کر کے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھتی سن رہی تھی۔ "چلیں پھر شروع کرتے ہیں بتائیں کیا محسوس ہوتا ہے آپ کو۔ کیا مسائل پیش آتے ہیں اور کب سے شروع ہیں۔ ٹوٹل مدت کیا ہے؟" وہ اپنے ازلی تھیراپسٹ والے انداز میں شروع ہوئی ۔

"میڈم میں اپنی ذات سے بہت دور ہو گئی ہوں ہر شے کے پیچھے بھاگتے بھاگتے میں اپنے آپ کو چاہ کر بھی تلاش نہیں کر پا رہی۔ نہ میرے والد سے تعلقات اچھے ہیں۔ وہ مجھے بچپن سے نظر انداز کرتے آئے ہیں میرا موازنہ ہمیشہ دوسروں سے کرتے آئے ہیں۔ مجھے لگتا ہے میں کچھ بھی کرونگی وہ اچھا نہیں ہو گا میں

ایک فیلیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ اسے میں میری بس بہن ہی ہے جو مجھے سمجھتی ہے اور سائکولوجی بھی اسی نے مجھے suggest کی تھی۔ میرے والد تو ابھی تک اس فیلڈ سے راضی نہیں ہیں۔ میں کچھ بھی کرلوں میڈم ان کے لیے اچھا ہی نہیں ہوتا۔"

بولتے بولتے آخر میں اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ منیبہ جو بغور اسے دیکھتی سن رہی تھی جب بولی تو آواز میں نرمی تھی۔

"یشل پتا ہے تمہارا یہ مسلہ اتنا بڑا کیوں ہیں کیونکہ تم ہمیشہ اپنے مسائل سے بھاگتی ہو۔ مسائل سے بھاگا نہیں جاتا ان کا سامنا کیا جاتا ہے۔ ہمیں بہادر بنے کے لیے سب سے پہلے اپنے ڈر اور خوف کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ پر ہمارے ٹراماز خوفناک شکل تب اختیار کرتے ہیں جب ہم ان کا سامنا کرنے کے بجائے انہیں avoid کرنا شروع کرتے ہیں۔ تمہارے بھی معملات اس لیے اتنے بڑھے ہیں کیونکہ تم نے ان سے بھاگنا اپنا self defense mechanism بنالیا ہے۔ اور تم نے کہا کہ تمہارے والد تمہیں وہ توجہ نہیں دیتے جو دینی چاہیں ہے کیا تم نے کبھی ان سے ڈسکس کیا کہ تم کیسا محسوس کرتی ہو۔"

یشل نے نگاہ اٹھائی۔ "میں جب بھی ان سے بات کرتی ہوں وہ میرے سے بات ہی نہیں کرتے بس کام کی بات کرتے ہیں۔"

"کیا وہ تم سے خفا ہیں کسی بات پر؟"

"پتہ نہیں میڈم ساری زندگی ان کی توجہ لیتے لیتے خود کو کھو دیا ہے میں نے۔"

"اچھا تم بتاؤ تمہیں سب سے زیادہ اچھا کب محسوس ہوتا ہے۔ مطلب کیا کرتے وقت تم خود کو سب سے زیادہ خوش اور ہلکا محسوس کرتی ہو۔"

"میڈم مجھے لکھنا بہت پسندہ ہے۔ مجھ ایسا لگتا ہے جیسے میرے دل کا آدھا بوجھ اتر گیا ہو۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو بس ٹھیک ہے تم اپنے احساسات اور جذبات لکھنا جو بھی محسوس کرتی ہو اس کو لکھنا یہ تمہارا پہلا ٹاسک ہے۔ پھر اگلے سیشن میں مجھے بتانا کہ کیسا لگا۔"

یشل مسکراتی آٹھ کھڑی ہوئی۔ "بہت شکریہ آپ کا۔ مجھے سننے کے لیے۔"

منیبہ بھی مسکرائی۔ "اگلے سیشن میں ملیں گے۔"

یشل خدا حافظ کہہ کر مڑی اور باہر نکل گئی۔

گرمی میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا جیسے جیسے دوپہر ہو رہی تھی سورج مزید آگ برسا رہا تھا۔ اس کمرے میں اتنی گرمی کے باوجود بھی ہر سو ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔ اور شائستہ خود اپنی سنگھار میز کے سامنے تیار سی کھڑی تھیں۔ سیاہ رنگ کی لمبی قمیض پہنے بالوں میں مصنوعی کرلز ڈالے۔ مناسب میک آپ کے ساتھ اچھی لگ رہی تھی۔ اتنی عمر میں بھی اپنے اپ کو فٹ رکھا ہوا تھا۔ وہ کسی پارٹی میں جانے کی تیاری میں تھی۔ شائستہ کا تو اپنی دوستوں کے ہمراہ ہر تیسرے روز پارٹیز پر جانا معمول بن گیا تھا۔ اس نے ایک بیزنس ٹئکون سے شادی کی تھی۔ اور اب اپنے اس محل نما گھر میں وہ اور اس کا شوہر ہی رہتے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

یکایک اس کا فون بجا۔ یس کر کے کان سے لگایا۔

"کہاں نہ نکل گئی ہوں۔ کیا ہر دو منٹ بعد فون کر کے دماغ خراب کرنا ضروری ہے میرا۔" غصے سے مقابل خاتون سے کہتی فون بند کیا۔ جو ان کی کوئی سہیلی ہی تھی۔

ایک آخری نگاہ خود پہ ڈالتی نکلنے ہی لگی تھی کہ اس کی نظر ڈریسنگ کے ادھ کھلے دراز پر پڑی۔ اس میں ایک تصویر تھی جس میں ایک سیاہ آنکھوں، سیاہ بال اور خوبصورت نقوش لیے ایک عورت کھڑی تھی اور ساتھ میں خود شائستہ تھی۔ اس نے دراز کھول کے تصویر نکالی۔

چند لمحے اسے بے تاثر چہرہ لیے دیکھتی رہی۔

"میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں صوفیہ ایسا نہیں ہونا چاہے تھا جو ہوا۔ لیکن کسی ایک کو تو قربانی دینی پڑھتی ہے۔۔"

تصویر واپس پھینکنے کے انداز میں ڈالی اور خود شیشے میں دیکھتی نکل گئی۔ وہ دنیا جہاں کی بھی سرجریز کروا لیتی تب بھی صوفیہ جیسا حسن اور دل مر کے بھی نہیں حاصل کر سکتی تھی۔ کیونکہ بعض اوقات آپ کے اعمال آپ کی صورتوں کو نکھارتے ہیں۔

دوپہر شام میں ڈھل گئی اور مغرب کا وقت آن پہنچا وہ تھکی تھکی سی گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ کچن سے آتی آوازوں پہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ پھر کچن کی طرف قدم بڑھائے اندر جھانکا تو امی اور زائرہ آپس میں باتوں میں مگن تھیں۔ زائرہ اس دن کے بعد سے اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی تھی اور آج دوبارہ آئی ہوئی تھی اب پہلے سے کافی بہتر لگ رہی۔ چہرے کے زخم تقریباً مندمل ہو گئے تھے۔ یشل نے خوشگوار لہجے میں سے پکارا۔

"زائرہ۔۔۔۔۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پھر آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی۔ زائرہ پہلے تو چونکی پھر مسکرا کے اس کا سر تھپکا۔

"کیا ہوا آج تو بہت پیار آرہا ہے مجھ پر۔"

یشل نے الگ ہوتے ہوئے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"میں بہت خوش ہوں کہ تم آئیں میرے پاس بہت کچھ ہے تمہیں بتانے کے لیے۔ تھیک ہے پہلے تم کچھ کھالو پھر اندر چلتے ہیں۔" اس نے مسکرا کے یشل کا شانہ تھپکا۔ فضیلہ بھی ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

"یہ تو بھئی جب سے تم گئی ہو ہم سے تو کوئی بات ہی نہیں کر رہی تھی اب آئی ہو تو محترمہ کے چہرے پہ مسکان آئی ہے۔" آخر میں یشل کو مصنوعی خفگی سے دیکھا۔ زائرہ بس مسکرا دی۔

"امی اگر ہم بہنوں میں اتنا پیار ہے تو آپ جل کیوں رہی ہیں۔ اب اگر آپ کی بہنوں میں نہیں تھا اس میں میری کیا غلطی۔"

"اچھا ابھی بتاتی ہوں میں تجھے۔" اب کی بار اصل غصے سے بولیں ۔

اس سے پہلے کہ وہ بیلن اٹھاتیں اور یشل کی کمر کو نشانہ بناتیں وہ باہر کو بھاگ چکی تھی۔

"کچھ نہیں ہو سکتا اس لڑکی کا۔"

انہوں نے سر جھٹکا پھر واپس رخ زائرہ کی طرف کر لیا۔ جو ان دونوں کو ہی مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ اور پھر باتوں میں مگن ہو گئیں۔

رات کے دس بج رہے تھے اور شاز گھر کے اندر داخل ہو رہا تھا۔ لاونج مدھم سا روشن تھا۔ ابا اپنے کمرے میں تھے۔ پہلے تو اسے خیرت ہوئی پھر جب انہیں اپنے کمرے میں دیکھا تو سکھ کا سانس لیا۔ ابراہیم صاحب نے نظر اٹھائی تو سامنے اسے دیکھ کر مسکرائے۔

"شاز تم آ گئے میں کب سے انتظار کر رہا تھا تمہارا۔"

وہ قدم قدم چلتا آگے آیا اور بیڈ پر ان کے سامنے بیٹھا۔ سیاہ آنکھیں ان پہ جمائے بولا "مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔"

"کہو میں سن رہا ہوں۔" وہ فکر مندی سے آگے کو ہوئے۔

"ابا میں آج اس سائکولوجسٹ کے پاس گیا تھا جس کو آپ نے مجھے ریفر کیا تھا۔ ڈاکٹر منیبہ۔" (اس نے سائکولوجی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھی اسی لیے ڈاکٹر تھی ورنہ سائکولوجسٹ ڈاکٹر نہیں ہوتے)" پھر کیا ہوا ابراہیم آگے کو جھک کر بولے۔"

"کچھ نہیں کل سے سیشن شروع ہو گا لیکن آج مجھے کچھ اور بھی پتا چلا ہے امی کے ہوالے سے۔"

"کیا؟ "ابا بہت غور سے اس کو دیکھتے سن رہے تھے۔

"ابا جس دن امی نے خودکشی کی تھی اس دن ان سے کون کون ملا تھا ان کی آخری ملاقات کس سے ہوئی تھی۔ ابا مجھ سے کچھ مت چھپائے گا میں پہلے ہی بہت suffer کر رہا ہوں۔ پلیز مجھے سب سچ سچ بتائیں۔ امی سے کون ملا تھا۔ کیونکہ آپ نے مجھے اسی سائکولوجسٹ کو ریفر کیا ہے جو امی کا علاج کر رہیں تھیں۔ اور انہوں نے ہی مجھے بتایا ہے کہ جو دوا وہ لیتی تھئں وہ اتنی ہائی دوز نہیں تھی وہ صرف اس صورت میں نقصان دی سکتی ہے اگر زیادہ مقدار میں لی جائے۔ اور انہوں نے ہی بتایا کہ وہ ٹھیک ہونے والی تھیں لیکن پھر ایسا کیا ہوا اچانک دوا لی اور خودکشی کا باعث بنیں۔ میں نہیں مانتا یہ خودکشی ہے اس روز امی کو کسی نے جان بوجھ کر اوور دوز دی تھی۔"

وہ مسلسل نفی میں سر ہلاتا کہہ رہا تھا۔ ابا جو پلک جھپکے بغیر اسے دیکھتے سن رہے تھے یکدم ٹھٹکے

"شاز تمہارا مطلب ہے کہ صوفیہ کو کسی نے جان بوجھ کے مارنے کی کوشش کی ہے۔" ان کی آواز آخر میں کانپی تھی وہ ابھی تک حیرت کے مارے اس کی بات سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"ابا میرے جو خواب ایک عرصے سے مجھے آرہے ہیں وہ صرف اس دکھ اور غم کی وجہ سے تو نہیں ہو سکتے نا وہ ضرور کسی طرف اشارہ ہے۔ اور آپ خود مجھے بتائیں ایک اچھا بھلا انسان جو ٹھیک ہونے کے قریب ہو اور ٹھیک ہونا چاہتا ہو وہ کیوں خود کی جان لے گا۔"

اس نے باپ کا ہاتھ تھامہ۔ "آپ اپنی ایمانداری سے بتائیں۔ امی ایسا کچھ کر سکتی ہیں۔"

ابراہیم صاحب چند لمحے اسے دیکھتے رہے اس کی سیاہ آنکھیں جو بلکل صوفیہ سے مشابہت رکھتی تھیں ان میں ہر احساس اور جذبہ رچا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ پھر خود بہ خود ان کا سر نفی میں ہلا۔ "نہیں میری صوفیہ

ایسا کچھ نہیں کر سکتی وہ ایک زندگی سے پر عورت تھی شاز اس کی ذہنی حالت خراب ضرور تھی لیکن وہ تھیک ہونا چاہتی تھی"

کہتے ہوئے ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ شاز نے ابا کا ہاتھ مزید مظبوطی سے پکڑ لیا۔ "پھر مجھے بتائیں جس دن ان کی ڈیتھ ہوئی اس دن کیا ہوا تھا؟"

"میں اس دن صوفیہ سے مل کر آفس جلدی چلا گیا تھا۔ وہ بلکل تھیک لگ رہی تھی مجھ سے بتائیں بھی کر رہی تھی ہنس بھی رہی تھی۔ وہ بکل تھیک تھی۔ جب میں گھر آیا تو ہر شے اندھیرے میں ڈوبی تھی اور صوفیہ کہیں نہیں تھی۔ اس کے کمرے میں گیا تو وہ سامنے بستر پر لیٹی تھی اور ایک ہاتھ باہر کو گرا ہوا تھا۔ مجھے لگا سو رہی ہے۔ میں نے ہاتھ ہلایا تو وہ اتنا ٹھنڈا تھا برف کی طرح۔ اسے ہلایا جھلایا لیکن اٹھی نہیں میں ہسپتال لے کے گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تو کب کی ختم ہو چکی تھی۔ اس موت کی دوپہر میں ہی ہو گئی تھی۔"

"آپ سے یہ کس نے کہا کہ امی نے خودکشی کی ہے؟"

"تمہاری پھپھو نے"

"اور ان کو کس نے بتایا؟" وہ سوال در سوال کر رہا تھا۔

"جب وہ گھر آئی تھی تو اس نے ہی بتایا تھا کہ دوپہر میں صوفیہ سے ملی تھی تو اس کی طبیعت تھیک نہیں تھی کافی غصہ کر رہی تھی۔ اس سے سہی سے بات بھی نہیں کی بس اتنا کہا کہ میں اپنی دوا لے کر سونے جا رہی ہوں۔"

"یہ سب آپ سے پھپھو نے کہا تھا؟"

"ہاں۔"

انہوں نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔

"لیکن مجھے اس کی بات پر یقین نہیں تھا کیونکہ وہ ہمیشہ سے اسے ناپسند کرتی تھی۔ لیکن ڈاکٹر نے بھی موت کی یہی وجہ بتائی تھی کہ دوا کی اوور دوز سے ہوئی ہے ادویات ریکشن کر گئی ہیں۔"

"کیوں وہ امی کو ناپسند کیوں کرتی تھی؟" اس نے بغور ان کو تاثرات تکتے ہوئے پوچھا، جو بہت اداس نظر آرہے تھے۔

"تمہاری امی اور میری پسند کی شادی تھی۔ اور شائستہ جس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ اما ابا نے اس سے نہیں ہونے دی تھی کیونکہ وہ ایک اچھا انسان نہیں تھا۔ لیکن شائستہ اور میرا ہمیشہ سے ہی موازنہ رہتا تھا حالانکہ وہ میری بہن ہے میں نے کبھی اس کے بارے میں ایسے نہیں سوچا۔ اس کو ہمیشہ لگتا تھا کہ امی ابو نے مجھے اس پر ترجیح دی ہے اور ہر وہ شے جو وہ حاصل کرنا چاہتی تھی وہ مجھے با آسانی مل گئی ہے اور اسے نہیں ملتی۔ اسی لیے وہ صوفیہ کو پہلے دن ہی ناپسند کرتی تھی۔"

"پھر وہ اس دن آئی کیوں تھی یہاں؟"

"مجھے نہیں پتہ شاز وہ کیا چاہتی ہے کہہ رہی تھی کہ خیریت پوچھنے آئی ہے۔"

شاز خاموش ہو گیا۔ یہ ذکر اس کے لیے ہمیشہ سے تکلیف سے پر ہوتا تھا اسی لیے وہ سامنہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن کب تک کرتا آخر۔

ابا نے اداسی سے مسکرا کر اسے دیکھا تم بلکل اپنی ماں میں ملتے ہو۔ تمہاری آنکھیں۔ تمہارا نین نقش سب کچھ صوفیہ کی عکاسی کرتا ہے۔ شاز بھی سر ہلاتا

آٹھ کھڑا ہوا۔ "چلیں اب آپ آرام کریں میں نے آپ کو بھی بے آرام کر دیا۔"

اور ابا کو سونے کی تعاقید کرتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کے چہرے پہ ایک مضطرب سی سوچ رکم تھی۔ وہ اس واقعہ کی کھوج لگانا چاہتا تھا لیکن یہ کوئی ایسا کیس نہیں تھا جو لیگل طریقے سے اوپن ہو سکے۔

لاونج اندھیرے میں پڑا تھا اور بس یشل کے کمرے کی بتی جلی نظر آ رہی تھی۔ وہ زائرہ کے سامنے لیٹی مسکرا کر اسے دیکھتے بولے جا رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے میں میڈم منیبہ کے آفس گئی تھی۔ اور انہوں نے میری تھراپسٹ بنے کی ہامی بھر لی۔ میری کوئی ان کہی دعا قبول ہوئی ہے۔ میں ہمیشہ سے اپنا مسلہ ان سے ڈسکس کرنا چاہتی تھی لیکن سمجھ نہیں آتا تھا کیسے کہوں" زائرہ جو سامنے بیٹھی مسکراتی اسے دیکھ رہی تھی بولی۔ "بعض اوقات ہماری ان کہی خواہش ایسے پوری ہوتی ہے کہ ہمیں سمجھ ہی نہیں آتا یہ کیسے ہوا۔"

"تم اپنی نمازیں پوری پڑھ رہی ہو نا؟"

یشل نے جواب نہیں دیا بس سر جھکا لیا۔

زائرہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔ "مجھے پتا تھا۔"

"یار میں کوشش کرتی ہوں لیکن نہیں کر پاتی کیا کروں۔ میں روز سوچتی ہوں کل سے شروع کرونگی لیکن نہیں ہوتا۔" زائرہ آگے ہوئی اور قدرِ نرمی سے بولی۔ "یشل نمازیں کل پہ نہیں چھوڑی جاتیں۔ اسی لمحے مکمل کی جاتی ہیں۔ کیا پتا جس کل کی بات تم کر رہی ہو وہ ہو ہی نہ پھر کیا کریں گیں۔ دیکھوں تم ساری ایک ساتھ ادا نہیں کر سکتی نا۔ تو ابھی صرف ایک سے شروع کرو فجر۔ روز فجر کا الارم لگاؤ۔ اور روز معمول بنالو کہ تم نے روز پڑھنی ہے اور پورا ایک ہفتہ ایک نماز باقائدگی سے ادا کرو۔ پھر ہر ہفتے ایک ایک شامل کرتی جاؤ۔ تم دیکھا تمہاری ایسی عادت بن جائے گی کہ نماز پڑھے بغیر تمہیں سکون نہیں ملے اور آدھے مسلے ایسے حل ہو جایں گیں کہ تم حیران رہ جاؤ گی۔"

یشل بغور اسے سنتی دیکھ رہی تھی۔

"کیا ایسے مجھے سکون مل جائے گا؟"

"یشل ہم سکون کے لیے نہیں پڑھتے نماز اس لیے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ ہوا پانی جتنی ضروری ہے۔ اکثر لوگ بے خبر ہیں اس سے۔ نماز میں ہمارا ہی فائدہ ہے اگر ہم نہ بھی پڑھیں تو اللہ تو بے نیاز ہے اسے ضرورت نہیں ہے ہمیں ضرورت ہے اس کی اور بعض اوقات جب ہم اس سے تعلق جوڑتے ہیں ہماری زندگی خود بہ خود ٹریک پر آجاتی ہے۔ ہمیں ایک نہ ایک دن تو واپس پلٹ کے اس کے پاس ہی جانا ہے۔ کیونہ ہم خود ہی چلے جائے ورنہ حالات اتنے تنگ ہو جاتے ہیں کہ ہمیں واپس اپنے رب کی طرف آنا ہی پڑھتا ہے۔"

وہ بولتے بولتے رکی۔ تو یشل جو اسے دیکھ رہی تھی کہنے لگی

"میں اگر کوشش کرونگی تو کیا اللہ تعالیٰ میری مدد کریں گیں؟"

"کیون نہیں کریں گیں وہ نہیں تو کون کر سکتا ہے یشل ہماری مدد سارا کنٹرول ہے ہی اس کے ہاتھ میں۔"

"لیکن میں نے تو اتنے عرصے سے اللہ سے کوئی کنیکشن نہیں بنایا۔"

اسے پھر مایوسی ہوئی۔

"یشل یہ انسان ہوتا ہے جو ایک غلطی پہ ساری اچھائیاں بھولا دیتا ہے۔ اللہ ایسا نہیں وہ میرا اور تمہارا رب ہے وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ ہوتا ہے وہ ہمارے ساری کہانی سے واقف ہے۔ یشل ہم اپنے رب سے دور ہوتے ہیں وہ نہیں۔ یہ فاصلے کی دیوار ہم بناتے ہیں وہ نہیں۔ تمہارا رب ہمیشہ سے وہیں ہے تم دور آئی ہو اور تمہیں واپس جانا ہو گا۔ زائرہ کی بات مکمل ہوئی

تو یشل نے مسکرا کر اسے دیکھا اور زائرہ کا ہاتھ تھاما

"تم بہت اچھی ہو میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔" پھر آگے بڑھ کے اس کے گلے لگ گئی۔

"اچھا اب بس کرو۔" زائرہ جھنجھلا کر بولی تھی۔

لاہور کے اس پوش علاقے میں وہ سفید رنگ سے آراستہ دومنظلہ بنگلہ اپنی پوری آب و تاب سے کھڑا تھا۔ پورچ کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہو تو لمبی راہداری آتی جس کو پار کر کے دائیں جانب لاونج تھا جو پیسٹل کلر سے آراستہ تھا۔ اور بائیں جانب کچن کا دروازہ بند ہوتا۔ تھوڑا اور آگے جاؤ تو ایک اور راہداری شروع ہو جاتی جس کے آمنے سامنے کمرے تھے۔ اور اختتام پر لکڑی کا زینہ اُپر جاتا تھا۔ اس وقت وہ مہل نما بنگلہ اندھیرے میں پڑا تھا۔ اور دائیں جانب والے کمرے میں جھانکو تو زرد رنگ کا سائڈ لیمپ جلا تھا۔ کمرہ کافی واسع تھا اور ہر شے نئی لگتی تھی۔ چمکتی دریسنگ، بیڈ، الماریاں۔ گویا مغربی طرز کا نقشہ تھا اس کمرے کا۔ بیڈ پر شائستہ سو رہی تھی۔

کہ یکدم وہ ہڑبڑا کر اٹھی اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا اور سفید پڑتا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی سہیل کی آنکھ کھولی تعجب سے اپنی بیوی کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے شائستہ ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" وہ بھی اٹھ بیٹھے۔

"میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے سہیل۔" وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔

سہیل نے اٹھ کے بتی جلائی اور سائڈ پہ رکھے جگ میں سے پانی نکالا، گلاس شائستہ کی طرف بڑھایا۔ جو وہ ایک سانس میں ہی پی گئی جیسے کب کی پیاسی ہو۔ "اب مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" سہیل نے تشویش سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"میں نے صو صو صو صوفیہ کو دیکھا ہے اپنے خواب میں اس کے چہرے پر خون لگا تھا اور ہاتھ میں چاکو تھا جس سے وہ مجھے مارنے کے لیے آگئے آرہی تھی۔ جیسے ہی اس نے چاکو اٹھایا اور میرے سینے میں گھونپا تو میری آنکھ کھل گئی۔ اس چڑیل کو مرنے کے بعد بھی سکون نہیں ملا۔ ابھی تک میرے پیچھے پڑی ہے۔" سہیل نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"شائستہ وہ اس دنیا میں نہیں ہے اب اور تم ہر وقت کے اس صوفیہ نامے کو اپنے ذہن سے نکالو گی تو ہی تمہیں یہ خواب آنا بند ہونگے۔ اب ہر وقت اسے ذہن میں لیے رہو گی تو پریاں تو آنے سے رہیں تمہارے خوابوں میں۔ اور ویسے بھی تم نے بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں رکھا تھا۔"

شائستہ نے ہاتھ میں پکڑا گلاس ذور سے فرش پر دے مرا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پھر سرخ انگارہ آنکھوں سے اپنے شوہر کو دیکھا۔

"چپ کرو تم اب تم بھی اس کی ہمایت کرو گے۔"

"میں یہ نہیں کہ رہا۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کے روکا "چلے جاؤ تم اس سے اچھا میرا حال پوچھتے ہی نہ۔"

سہیل نے گہری سانس لی اور بتی بجاتے اپنی جگہ پہ واپس آ کے لیٹ گئے۔ شائستہ ابھی تک شل سی سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی۔

آسمان ابھی گہرا نیلا ہی تھا کہ فجر کی صدا بلند ہوتی سنائی دے رہی تھی۔ ایسے میں سبز بیلوں سے ڈھکے اس گھر کی ایک کھڑکی مدہم روشن دکھائی دیتی تھی۔ اور وہ چہرے کے گرد سیاہ ڈپٹہ اچھے سے لپیٹے جاء نماز بچائے بیٹھی تھی آہستہ آہستہ لب ہلا کے عربی کلامات ادا کر رتی ۔ شفاف چہرے پر پانی کے قطرے ابھی تک واضع تھے۔ دائیں بائیں سلام پھیر کر کافی دیر خالی ہاتھوں کو تکتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولنا شروع ہوئی اس کی بھوری آنکھیں اداس اور ویران تھیں۔ "اللہ تعالیٰ میں نے آپ سے ایک عرصہ کنیکشن نہیں رکھا۔ میں بس گلٹ میں تھی مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا اتنا عرصہ نماز نہ پڑھنے کے بعد آپ کا کیسے سامنا کروں اور یہ گلٹ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ میں بہت دور آچکی تھی اللہ آپ سے۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔ میں نے اپنی ساری زندگی ابا کی توجہ حاصل کرنے میں گزار دی۔ لیکن کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

میں آپ سے بات کر کے یہ مسلہ سلجھا سکتی ہوں۔ جس نے پوری کائنات کو بنایا اور پھر اس کی بادشاہت سنبھالی۔ وہ کیا انسانوں کے دل کو نہیں کنٹرول کر سکتا۔ حالانکہ سب سے زیادہ کنٹرول اور اتھارٹی اللہ تعالیٰ آپ کے پاس ہے پھر میں کیسے بھول گئی۔ آپ ہر شے پر قادر ہیں پھر میں کیوں لوگوں کے آگے خود کو جھکاؤں میں کوئی کمزور گری پڑی تو نہیں ہوں۔ یہ انسان نہ ہی نفع دے سکتے ہیں نہ ہی نقصان نہ ہی عزت اور ذلت یہ سب تو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر میں کیوں لوگوں کی توجہ لینے کے لیے خود کو گراؤں۔

میرے لیے میری عزت ہر شے سے اُپر ہے اللہ۔"

اس نے گیلی آنکھ اٹھا کے دور آسمان کو دیکھا جو اب ہلکا نیلا ہونے لگا تھا۔

"یہ دنیا اور اس دنیا کے لوگ ہر رشتہ آزمائش ہے تو پھر ہم انسانوں سے کیوں ڈرتے ہیں۔ اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے جو ہر شے کا مالک ہے۔ میں بس یہی چاہتی ہوں کہ ابا کو احساس ہو جائے کہ ان کے لیے بھی کوئی ہے وہ ادھر بھی نظر ثانی کر دیں۔"

یشل دعا مانگ کے اٹھی وہ آب بہت ہلکا محسوس کر رہی تھی جیسے اپنا دل اللہ کے سامنے کھول کے رکھ دیا ہو۔ واقعی لوگ کہتے ہیں خدا نظر نہیں آتا وہی تو نظر آتا ہے جب کوئی نظر نہیں آتا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

شاز آج صبح چار بجے ہی اٹھ گیا تھا اور تب سے فائلوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔ وہ اس کی ماں کی میڈیکل رپورٹس تھیں جو بلکل ٹھیک آئیں تھیں۔ ایک دوسری فائل اٹھائی جو اس کی ذہنی صحت کی رپورٹ تھی۔ اسے ڈیپریشن لاحق تھا۔ جو کافی حد تک بڑ گیا تھا۔ اور جس کو کنٹرول کرنے کے لیے صوفیہ دوا لیتی تھی لیکن کم مقدار میں۔ وہ کسی بھی طرح صوفیہ کی موت کی وجہ نہیں بن رہیں تھیں کیونکہ وہ بہت ہلکی دوز تھی۔ پھر ایسا کیا ہوا اچانک سے دوز بڑھ گئی اور خودکشی۔۔ اگر یہ دوا زیادہ مقدار میں بھی لی جاتی تو بھی اتنی خطرناک نہیں تھی کہ انسان بچ نہ سکے۔ اور یہ منیبہ کی دی گئی دوا ہی تھی اور رپورٹ تیار

بھی اسی نے کی تھی۔ شاز مسلسل آنکھوں کی پتلیاں سکیڑے ان کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ کوئی بھی شے خودکشی کی طرف اشارہ نہیں کر رہی تھی۔ پھر اس نے آخری فائل اٹھائی تو اس میں ڈیتھ سرٹیفکیٹ تھا جس میں کوز آف ڈیتھ میں anti depressant دوا کی اوور دوز ہی لکھی تھی لیکن اس دوا کا نام کچھ اور تھا اور جو اس کی ماں کی اصل دوا تھی وہ دوسری تھی۔

"یعنی امی کی دوا کسی نے جان بوجھ کے بدلی تھی اور اس کی اوور دوز صوفیہ کو دی تھی۔" شاز نے اچھنبے سے فائل کو دوبارہ دیکھا کہ شاید وہ غلط پڑھ رہا ہو لیکن وہ یہی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھائی تو وہ ابھی تک حیران تھا لیکن "یہ کیا کس نے؟" وہ اتنے عرصے سوچتا رہا کہ ان خوابوں کا کیا تعلق ہے اس کے غم اور اس کی suppressed thoughts (دبے ہوئے برے خیالات جو انسان اپنے ذہن میں ہی دبا لیتا ہے)۔ ہاں اس کا ٹراما ضرور تھا لیکن اتنا بھی نہیں تھا۔

وہ خواب ضرور کسی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ وہ یکدم اٹھا اور اوپری منزل پر اس کمرے تک آیا جو صوفیہ کا پہلے والا کمرا تھا اور جہاں وہ اپنے آخری دنوں میں رہی تھی تب سے اب تک وہ بند پڑا تھا۔ اس نے خواب میں اکثر یہ کمرا دیکھا تھا۔ دروازہ کھولا تو ہر شے ویسی ہی تھی۔ صرف صفائی کے لیے کھلتا تھا ویسے بند ہی رہتا تھا۔ شاز نے آگے قدم بڑھائے تو وہی بیڈ، لیمپ، الماری۔ سب کچھ ویسا ہی تھا ایک عجیب ویرانی سی تھی اس کمرے میں آگے بیڈ پر بیٹھا اسی جگہ پر اس کی ماں کا بے جان وجود پڑا تھا جو وہ کئی بار خواب میں وہ دیکھ چکا تھا۔ پھر سائڈ ٹیبل کا دراز کھولا تو سامنے ہی دوئی کے کھالی ڈبے تھے اور دوا کی خالی شیشیاں وہ کافی دیر تک انہیں آگے پیچھے کرتا رہا۔

کہ اچانک اس کے ہاتھ نے ایک اور شیشی کو چھوا جو آدھی بھری ہوئی تھی شاز نے نکال کر دیکھا تو یکدم چونکا کیونکہ یہ وہی دوا تھی جس کی دوز کی وجہ سے اس امی کی ڈیتھ ہوئی تھی اور یہی کوز آف ڈیتھ میں لکھی

گئی تھی وہ دوا بلکل ایسی تھی جیسے صرف ایک دفعہ استعمال کی گئی ہو۔ وہ اس شیشی کو لیے زینے پھلانگتا نیچے کو لپکا اسے منیبہ سے ملنا تھا جلد از جلد۔

باب نمبر:۸

ابا کو ناشتہ دے کر وہ منیبہ کے آفس کے لیے روانہ ہو گیا تھا اسے جلد از جلد اس سراغ تک پہنچنا تھا۔ اس نے آج نیلی بٹنوں والی شرٹ اور سیاہ جینز پہن رکھی تھی بال ہمیشہ کی طرح پیچھے کو کر کے جمائے آنکھوں پہ کالے گلاسز لگائے وہ پارکنگ میں کھڑا گاڑی کو لاک کر رہا تھا۔

وہ گاڑی لاک کر کے آگے آیا اور جامعہ کے اس داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سیدھ میں دیکھتا آگے چلتا جا رہا تھا سیاہ آنکھوں میں سنجیدگی سمیت گہری سوچ کے سائے رقم تھے کہ اسے اچانک اپنی اور یشل کی میڈم کے آفس کے سامنے ہونے والی ملاقات یاد آئی اس ساری ٹینشن اور ذہنی دباؤ میں بھی اس کے لب مسکرا اٹھے کچھ عجیب سا تھا تو اس لڑکی میں۔ پتہ نہیں آج وہ کہاں ہو گی اس نے سوچا پھر احساس ہونے پر فوراً سر جھٹکا۔ یہ وہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا تھا۔ آفس کے باہر رک کر اس نے گہری سانس لی پھر دروازے پہ دستک دیتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اپنے ازلی انداز میں بیٹھی لیپ ٹاپ کی سکرین کو دیکھ رہی تھی۔

آہٹ پہ نگاہ اٹھائی تو سامنے کھڑے شاز کو دیکھا۔ پھر مسکرا کر کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"جی آئیں شاز مجھے خوشی ہوئی کہ آپ آئے۔"

شاز نے اپنی سنجیدا سیاہ آنکھیں اس پہ جمائیں۔

"میڈم میری امی سے آپ کی آخری ملاقات کیسی ہوئی تھی۔" منیبہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"شاز اٹھارہ سال گزر چکے ہیں اس واقعے کو تم اب کس چیز کے پیچھے ہو۔"

وہ فکر مندی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات سے اس کو تکتے گویا ہوئی۔

وہ آگے کو ہوا اور اپنی جیب سے اس دوا کی شیشی نکال کے ٹیبل پر رکھی یہ (citalopram) تھی جس کی اوور دوز سے اکثر اموات ہو جاتی ہیں اگر بروقت علاج نہ ہو تو ۔ منیبہ شل سی اس دوا کو دیکھتی رہی پھر شاز کو دیکھا

"یہ مجھے امی کی دراز سے ملی ہے آج اور ان کی کوز آف ڈیتھ میں یہی دوا لکھی ہے جس کی اوور دوز کی وجہ سے موت ہوئی۔"

کچھ لمحے کے لئے تو وہ بول نہ سکی۔ "شاز یہ تو وہ دوا ہے ہی نہیں جو صوفیہ کو دی تھی۔ میں نے خود دیکھا تھا وہ بہت ہلکی دوا تھی جس کی اوور دوز بھی ل جائے تو انسان بچ سکتا ہے۔" وہ ابھی تک حیران تھی۔

شاز نے اثبات میں سر ہلایا

"جی میں جانتا ہوں یہ امی کی اصل دوا نہیں ہے انہیں جان بوجھ کر کسی نے یہ غلط دوا دی ہے۔ میں ان کی وہ فائل دیکھ چکا ہوں جو آپ نے تیار کی تھی۔ اس میں دوا دوسری تھی۔ جس سے امی کی ڈیتھ ہوئی یہ دوسری ہے۔"

"لیکن ایسا کون کر سکتا ہے؟" وہ ہنوز بے یقینی کے عالم میں بولی۔

اتنے عرصے اسے لگا کہ اس نے اپنی ذمہ داری ٹھیک سے انجام نہیں دی۔ لیکن یہ تو معاملہ ہی کچھ اور نکلا۔

"پتا نہیں میڈم اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں کے امی کی آخری ملاقات کس سے ہوئی تھی۔""مجھے نہیں پتا شاز لیکن صوفیہ بہت زندگی سے پر انسان تھی اور میری بہت عزیز کلاینٹ تھی۔ اس کی کسی سے دشمنی ہونا تو ناممکن ہے۔ ہاں مجھے اکثر اپنی نند کے رویے کے بارے میں شکایت کرتی تھی کہ اس کا رویہ

بہت ٹاکسک ہے۔ اور اس کے ڈیپریشن کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ اس کی نند کا سلوک بہت غلط تھا۔ میں اکثر اس کی مدد کر دیتی تھی لیکن جس دن ہمارا آخری سیشن تھا تو اس دن وہ بہت خوش تھی کہ اب وہ ایک نارمل زندگی گزارے گی۔ پھر اچانک سے یہ خبر میرے لیے بہت شکنگ تھی۔

خیر چلیں اب اپنے سیشن کا آغاز کرتے ہیں۔ "

شاز نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا اور اس کو دیکھنے لگا جو معمول کے مطابق سیشن کا شروع کر رہی تھی۔

"جی بتائیں کیا چیز آپ کو پریشان کر رہی ہے اور کب سے۔؟"

"میرے خواب اور اٹھارہ سال سے میں اس چیز سے نکل نہیں پا رہا ہوں۔

مجھے سمجھ نہیں آتا کہ ہر روز ایک ہی چیز میرے خواب میں کیوں آتی ہے۔ کیا یہ اشارہ ہے جو میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں یہ کچھ اور؟" اپنی سیاہ ویران آنکھیں اس پہ جمائے ہوئے تھا۔

"وہ اس لیے آپ نے بہت بچپن میں ہی اتنے خوفناک حالات دیکھے ہیں کہ وہ آپ کے دماغ میں بیٹھ گئے ہیں اور پھر ساری عمر آپ نے انہیں فیس نہیں کیا۔ اسے avoid کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ غم جو بچپن میں آپ کو ملا تھا ایک ٹراما کی شکل اختیار کر گیا آب وہی چیزیں آپ کو ہانٹ کر رہی ہیں مختلف صورتوں میں آپ کے خواب میں آکر۔ کیونکہ جب ہم سوتے ہیں تو جو تکالیف اور غم ہم اپنے اندر دبا لیتے ہیں وہ پھر سے ابھرنے لگتے ہیں اور ہمارے unconscious (لاشعوری ذہن) سے ہمارے conscious (شعوری ذہن)

میں آجاتے ہیں اور پھر ہماری ذہنی حالت خراب ہوتی ہے۔"

وہ بولتے بولتے رکی پھر ہلکا سا مسکرائی۔ "آپ کا کیس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ نام مکمل ہو اس کہانی میں اور آپ نے وہ تلاش کرنا ہے جس دن آپ کو سہی حقیقت معلوم ہو گئی آپ ٹھیک ہو جائیں گیں۔"

شاز نے غور سے اسے دیکھتے سر ہلایا۔ "مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"سب سے پہلے وہ غم جو آپ نے اتنے عرصے سے آپ نے اندر چھپا کے رکھا ہے اس کا سامنا کریں پھر اسے ایکسیپٹ (accept) کریں لیکن سب سے پہلے حقیقت جاننا بہت ضروری ہے پھر ہی ہر چیز سمجھ میں آئے گی۔"

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی کرونگا۔"

"اور اگلے سیشن میں مجھے اپنی پروگریس سے آگاہ کیجیے گا۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بہت شکریہ میڈم۔"

اور آفس سے باہر کے لیے قدم بڑھا دیے۔ وہ دروازہ بند کر کے مڑا ہی تھا کہ سامنے سے یشل آتی نظر آئی۔ بال جوڑے میں مقید تھے اور بھوری آنکھوں سے سیدھ میں دیکھتی آ رہی تھی۔ شاز کو دیکھ کر رکی۔

"آپ کو آج بھی کوئی ضروری کام تھا۔؟" سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ وہ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا "جی بہت ضروری۔"

"اچھا۔" وہ اثبات میں سر ہلاتی دروازے پہ دستک دیتی اندر چلی گئی۔

نہ اس نے زیادہ بات کی نہ شاز نے کچھ کہا۔ لیکن وہ کتنی ہی دیر بند دروازے کو دیکھتا رہا پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ یہ لڑکی اسے انجان ہو کر بھی انجان نہیں لگتی تھی ایسا لگتا تھا جیسے عرصے سے اسے جانتا ہے۔

صبح باسی ہو کر دوپہر میں ڈھلنے لگی اور ہر شے کو اپنی سنہری لپیٹ میں لینے لگی۔ ایسے میں وہ سفید محل نما بنگلہ اپنی شان کے ساتھ کھڑا تھا۔ شائستہ صبح سے ہی اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی سہیل نے بلایا بھی لیکن کوئی

جواب نہیں دیا۔ وہ اب بھی اپنے کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتی گہری سوچ میں گم تھی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

"آجاو۔" آواز اری سے کہا۔ ملازمہ اندر آئی۔

"میڈم وہ آپ سے کوئی ملنے آیا ہے شاز نام بتا رہا ہے اپنا۔" اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے ڈرائنگ روم میں بیٹھاو میں آرہی ہوں۔"

اس نے سوچتی نظروں سے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو تکا۔ میک آپ کے بغیر شائستہ کا چہرہ کافی بوڑھا لگ رہا تھا۔ عام حالات میں وہ اپنی شان سے رہتی تھی لیکن کل رات سے ہی اس کا چہرہ ویران سا لگنے لگا تھا۔

سر جھٹکتی کمرے سے نکلی۔ ڈرائنگ روم کے دروازے تک آئی تو سامنے ہی وہ بیٹھا نظر آیا۔

"آج تو مہمان آئے میں ہمارے گھر۔" مسکرا کر کہتی اس کے قریب ہی صوفے پہ بیٹھی۔ شاز نے سیاہ سنجیدہ نظریں شائستہ پر جمائیں

"میں ایک ہی دفعہ پوچھوں گا بغیر کسی ڈرامے کے صاف صاف مجھے بتایے گا کہ میری امی سے آخری ملاقات میں آپ نے کیا کہا تھا؟"

شائستہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی اور چہرہ فق ہوا۔

"شاز تم یہ اب کیوں پوچھ رہے ہو بیٹا۔"

"جتنا پوچھا ہے اتنا جواب دیں!" سپاٹ گہری نظریں اس پہ جمائے بولا۔ شائستہ نے تھوک نگلا۔ "کچھ زیادہ نہیں بس خیریت ہی پوچھنے گئی تھی میں اس کی لیکن صوفیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس دن اور میرے سے بھی ٹھیک سے بات نہیں کر رہی تھی۔" وہ مسلسل چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کی میری ماں سے بنتی نہیں تھی اور امی کو اس حال میں پہنچانے والی بھی آپ ہی تھیں پھر آپ ان کی خیریت معلوم کرنے کیوں گئیں تھی؟"

"دیکھو شاز میں ایک انسان ہو اور اتنی انسانیت ہے مجھ میں اختلافات اپنی جگہ لیکن زندگی اور موت میں تو انسان کو ساتھ دینا چاہیے نا۔"

وہ چونکا ابرہ بے ساختہ سکیڑ کر اس کو دیکھا۔

"موت میں۔۔۔؟" صرف ایک لفظی استفسار کیا۔

شائستہ کو بے اختیار اپنی زبان کی پھسلن ہر افسوس ہوا۔ "وہ میرا مطلب تھا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کے روکا آگے کو ہوا اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑی پھر زور سے میز پہ ہاتھ مارا۔ شائستہ فوراً پیچھے ہوئی۔

"میں نے کہا ہے میرے ساتھ ڈرامے مت کریں اور صاف صاف بولیں کیا کیا تھا میری امی کے ساتھ اس دن۔ اور اگر آپ کا اگلا ایک لفظ بھی جھوٹ ہوا تو۔۔" جیب میں سے ایک چھوٹا سائلینسر لگا پستول نکال کر میز پہ رکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ تمہارے شوہر کے سر میں ہو گی اور بیوہ آپ ہونا چاہیں گی نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں آپ نے کتنے جتن کر کے ان سے شادی کی ہے اور جب آپ کی پسندیدہ چیز آپ کو نہ ملے تو آپ پاگل ہونے لگتی ہیں۔ اس لیے جلدی جلدی سچ بولنا شروع کریں۔!"

"میں اس دن واقعی صوفیہ سے ملنے گئی تھی لیکن اس نے مجھ سے سہی سے بات نہیں کی۔"

اٹھارہ سال قبل:

یہ اس چھوٹے سے کچن کا منظر تھا۔ "بھابھی آپ کیوں آئی ہیں یہاں؟" صوفیہ شائستہ کو خفگی سے دیکھتے گویا ہوئی۔ شائستہ نے تیکھی نگاہ اس پہ ڈالی یہ "دیکھنے آئی ہوں تمہارا یہ ڈرامہ اور کتنے دن چلے گا؟" وہ گہرا

سانس لے کر بولی "میں اب ٹھیک ہوں اپ فکر مت کریں۔" وہ واقعی ٹھیک لگ رہی تھی سیاہ آنکھیں سیاہ لمبے بال، شفاف جلد اور پر کشش نقوش۔

شائستہ کو اسے دیکھ کر یکدم جلن سی محسوس ہوئی۔ "ویسے ہر وہ چیز تم حاصل کر لیتی ہو جو تم چاہتی ہو۔ پہلے میرے بھائی سے شادی کی۔ پھر پہلا بیٹا بھی تمہارا ہوا اور بھائی صاحب بھی تمہارے آگے پیچھے گھومتے ہیں۔ کون سا جادو کیا ہے تم نے۔" وہ مسلسل چبھتی ہوئی نظروں سے اسے تکتی کہہ رہی تھی۔

صوفیہ ہلکا سا مسکرائی۔ "بھابی آپ مجھ سے ہر وقت اپنا موازنہ کیوں کرتی ہیں مجھے میرے نصیب کا ملا ہے۔ آپ کو آپ کے نصیب کا ملے گا۔"

شائستہ نے جواباً سر جھٹکا۔ "ویسے تمہاری بیماری بھی کیا شاز میں منتقل ہو جائے گی میں نے سنا ہے۔ جو لوگ ایسے ہوتے ہیں پھر ان کے بچے بھی پاگل ہو جاتے ہیں۔"

"بھابی بس۔۔۔۔ میرے بچے کے بارے ایک بھی لفظ مت نکالیے گا۔ صرف مجھ تک رہیں۔ اور آپ یہاں کم سے کم آیا کریں تو میری ذہنی صحت کے لیے اور بہتر ہو گا!" شائستہ نے غصے سے اسے دیکھا۔ "آئندہ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گی۔" وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔

"اچھا اچھا ایم۔ سوری تم تو غصہ ہی کر گئیں یہ بتاؤ آج کل دوا کون سی لے رہی ہو؟" وہ بات سنبھالنے والے انداز میں بولی۔

صوفیہ نے اس کے بدلے رویے پر حیرت سے دیکھا۔

" چلو تم مجھے تھکی وی لگ رہی ہو میں تمہیں کمرے تک چھوڑ آتی ہوں تم دوا کھا کے سو جانا۔" صوفیہ کے تنے عصاب ڈھیلے پڑے۔ "ٹھیک ہے آپ میری میڈیسن لے آیئے کمرے میں ہی۔" وہ کچن سے باہر نکلی اور کمرے کے جانب بڑھ گئی۔ اسے شائستہ کا رویہ کچھ عجیب لگا تھا لیکن پھر سر جھٹک دیا شاید وہ کچھ زیادہ ہی منفی سوچ رہی تھی۔

پیچھے شائستہ نے اپنے پرس میں سے چھوٹی دوا کی شیدی نکالی(citalopram) جس کی اوور دوز سے اکثر اموات ہو جاتی ہیں اگر وقت پہ علاج نہ ملے۔ اس نے دس گولیاں نکال کے انہیں جوس کے گلاس میں گھولا۔ پھر اس کی دوسری دوالی جو وہ کھاتی تھی۔ شیشی اپنے پرس میں ڈالی اور کمرے کی جانب بڑھی۔

"ارے بھابھی آپ جوس کیوں لے آئیں۔"

"صوفیہ اب میں اتنی بری نہیں ہوں۔ تم یہ دوا لے لو۔" صوفیہ مسکرائی۔ "سوری بھابھی میں غصے میں بول گئی۔" شائستہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں تم یہ جوس لو۔" اس نے شائستہ کے ہاتھ سے گلاس لیا اور دوا جوس کے ساتھ کھائی۔

شائستہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتی رہی۔ پھر دونوں ادویات ریکشن کر گئیں۔ یکدم صوفیہ کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی ہاتھ پیر ٹھنڈے ہوتے محسوس ہوئے۔ اور آنکھیں باہر کو آرہی تھیں۔ اس نے ہکلا کے کہنے کی کوشش کی۔

"بھا۔۔ بھا۔۔ بھی۔۔۔ ڈا۔۔ کٹر۔ !!" وہ جو بت بنی کھڑی تھی۔ اسی طرح کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ صوفیہ کا چہرا پسینے سے تر اور سفید پڑھتا جا رہا تھا۔ "ایم۔ سوری۔ صوفی میں مزید کچھ نہیں کر سکتی۔ تم نے پہلے ہی میری زندگی عذاب کر رکھی تھی۔ اب تھوڑا سکون تو میں بھی دیزرو کرتی ہوں!" صوفیہ پھٹی آنکھوں میں بے یقینی لیے اسے دیکھتی رہی۔ اسے یہ امید بلکل نہیں تھی اور مسلسل ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔ شائستہ آگے جھکی اور سائڈ دراز کھول کر وہ دوا کی شیشی اپنے پرس سے نکال کر دراز میں ڈال دی اور دراز بند۔ ایک آخری نظر صوفیہ کے مچلتے وجود پر ڈالی پھر واپس مڑی بتی بجا کر دروازہ کھولتی باہر نکل گئی اور آہستہ سے دروازہ بند کیا۔ آگے قدم بڑھائے اسے پیچھے سے صوفیہ کے چلانے کی آواز آئی تھی۔ لیکن نظر انداز کئے باہر نکل گئی۔

آج:

شائستہ نے نظر اٹھائی تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم تم تم نے مجھ سے میری ساری زندگی چھین لی۔ تم نے میرا بچپن۔ میری ماں۔ تم ایک گھٹیا عورت۔ مجھے شرم آتی ہے تمہیں اپنی پھپھو کہتے ہوئے۔ تم نے میری ماں کو مارا ہے تم قاتل ہو!!!" وہ زور سے ڈھاڑا تھا اور میز پہ رکھی تمام چیزیں زمیں بوس کر دیں تھیں۔ پھر سرخ انگارہ آنکھوں سے شائستہ کو دیکھا۔ "تمہاری سزا بھی ہونی چاہیے نہیں۔ تم نے مجھ سے میری سب سے عزیز شے کو چھینا ہے۔ اور آب میں تمہاری سب سے قیمتی شے کو لے لوں گا۔!!" وہ اس کے پیروں میں گری۔

"نہیں شاز نہیں پلیز سہیل کو کچھ مت کرنا۔۔" اس نے نفرت امیز نگاہ اس پر ڈالی۔ "میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اس کی جان نہیں لونگا کیونکہ یہ بہت کم سزا ہے۔ موت تو بہت آسان ہے۔ میں جیتے جی تمہیں مارونگا۔ تم سہیل کو زندہ دیکھو گی لیکن وہ تم سے نفرت کرے گا۔ زندہ ہو کے بھی تمہاری دسترس میں نہیں ہو گا۔ جب وہ خود تمہیں اپنی زندگی سے نکالے گا۔ وہ خود تمہیں سزا دیگا جب میں یہ سب اسے بتاؤں گا۔!"

شائستہ حیرانی سے کھڑی ہوئی اور اسے دیکھ کر زور سے ہنسی۔

"میں تمہیں عقلمند سمجھتی تھی لیکن تم تو بے وقوف نکلے۔ تمہیں لگتا ہے کہ تم سہیل کو یہ ساری کہانی سناؤ گے اور وہ عتبار کر لے گا۔ تم واقعی میں بچے ہو شاز۔" وہ اسے مسلسل گھورتا رہا۔

پھر اپنی جیب سے سیاہ سکرین والا فون نکالا اور اس کے ریکاڈنگ بند کی۔ وہ "اصل میں کیا ہے نہ کہ جب تم نے اعتراف جرم کیا تھا تو وہ ساری باتیں اس میں ریکارڈ ہیں۔ مجھے پتا تھا کوئی بغیر ثبوت کے یقین نہیں کرے گا۔ اسی لیے میں نے ریکارڈنگ کر لی۔"

ساتھ ہی جیب میں سے وہ ششی نکالی۔ شائستہ کا منہ مارے شاک کے کھل گیا۔

"نہیں پلیز شاز مجھے معاف کر دو پلیز نہیں!!"

"میں تمہیں قیامت تک معاف نہیں کرونگا۔" اسے گھورتا ہوا مڑا اور باہر کی جانب نکل گیا۔

شاز کتنی ہی دیر سامنے وینڈ سکرین کے باہر دیکھتا رہا حقیقت کی جس روشنی میں وہ کھڑا تھا بہت زیادہ تلخ تھی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ شائستہ اپنی جلن، حسد اور نفرت کے بدلے میں اس حد تک جائے گی کہ ایک انسان کی جان ہی لے لے۔ اس نے تویل سانس لی پھر سر جھٹکا اسے ابھی ابا کو بھی بتانا تھا کیسے یہ اس نے سوچا نہیں تھا۔ شاز نے گاڑی سٹارٹ کی اور ایکسیلیٹر پہ دباؤ بڑھاتا آگے لے گیا۔

یشل میڈم منیبہ کے آفس سے نکلنے کے بعد ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی اور لبو پہ مسکراہٹ تھی وہ آج کافی خوش لگ رہی تھی۔ گھر پہنچی تو ابا بھی آج جلدی آگئے تھے اور ابھی لاونج میں بیٹھے خبریں سن رہے تھے۔ وہ سلام کر کے آگے جانے لگی تو ایوب صاحب نے پکارا

"یشل۔۔" اس نے مڑ کر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ "جی؟"

"ادھر آکر بیٹھو تم سے بات کرنی ہے۔" ان کا لہجہ معمول کے برعکس نرم تھا۔ وہ پہلے تو حیران ہوئی پھر خاموشی سے آکے سامنے صوفے پر ٹک گئی۔ ایوب نے اسے سنجیدا گہری نظروں سے دیکھا جو کافی کمزور لگ رہی تھی۔ "آگے کا کیا ارادہ ہے تمہاری یونی ختم ہونے والی ہے۔"

"ابا میں پہلے بتا چکی ہوں میں سائکولوجی میں ہی ماسٹرز کرنا چاہتی ہوں وہ بھی ملک سے باہر جا کر۔ کافی یونیورسٹیز چیک کی ہیں میں نے۔"

"پھر تمہیں کون سی ٹھیک لگی؟"

یشل نے تعجب سے انہیں دیکھا۔ اسے اس جواب کی بلکل توقع نہیں تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرائے۔ یشل کو لگا جیسے وہ جواب میں ہے اور ابھی آنکھ کھولے گی اور فرضی زندگی ختم لیکن یہ حقیقت ہی تھی۔

"تمہیں ہمیشہ یہ گلہ رہتا ہے نہ کی میں تمہارا موازنہ دوسروں سے کرتا ہوں۔ تمہیں وہ توجہ نہیں ملی جو ملنی چاہیے تھی۔ہاں میری غلطی ہے میں نے غلط رویہ رکھا۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ میری اولاد سب سے عالہ درجے پر فائز ہو۔ میرا تریقہ غلط تھا لیکن میری نیت اچھی تھی یشل۔ میں تمہیں مظبوط بنانا چاہتا تھا تاکہ کسی کی محتاج نہ رہو۔"

"لیکن ابا کیا اس سب کے لیے نظر انداز کیا جاتا ہے؟" آج اس نے بھی اپنے دل کی بات کہہ دی۔ وہ بھی بچپن سے دل میں رکھ رکھ کے تھک چکی تھی۔ "میں مانتا ہوں میرا رویہ غلط تھا لیکن میں تمہیں ایک کامیاب انسان بنتے دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر کچھ بھی میرے اس رویے کو جسٹیفائے نہیں کرتا۔ مجھے تمہارا موازنہ دوسروں سے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تمہیں توجہ دینی چاہئیے تھی جو بچپن سے تمہارا حق تھا۔ کیا تم مجھے معاف کر دو گی۔ قیامت والے دن اللہ مجھ سے حساب لے گا کہ جو نعمت اولاد کے طور پہ اس نے مجھے دی تھی۔ میں نے کیسا برتاو کیا اس کی نعمت کے ساتھ۔ میں نے اس کے احساسات اور جذبات کی قدر کی یہ نہیں۔ اس لیے میں تم سے معذرت۔۔۔."

ابھی ان کے الفاظ مکمل بھی نہیں ہوئے تھے کہ یشل آگے بڑھ کے ان کے کندھے سے لگ گئی۔

"آپ پلیز مجھے شرمندہ مت کریں۔ ایسے معافی مانگ کر۔ آپ کو احساس ہوا میرے لیے بہت ہے۔ میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں ابا پھر تکلیف کیسے دے سکتی ہوں۔" وہ روتے ہوئے کہے جا رہی تھی اور ایوب اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے سن رہے تھے۔

"تم جو بھی کرو گی میں تمہیں سپورٹ کرونگا۔" یشل الگ ہوئی تو کیا آپ مجھے باہر پڑھنے بھیجے گے۔ انہوں نے مسکرا کے اسے دیکھا۔ "بلکل کیوں نہیں۔"

لاہور کے آسمان پر اب اندھیرا چھانے لگا تھا۔ اس شیشوں سے ڈھکی عمارت کے اندر لوگ جلدی جلدی کام سمیٹ رہے تھے کہ گھر روانہ ہوں۔ شاز نے گاڑی پارک کی اور داخلی دروازے سے عمارت کے اندر داخل ہوا۔ سہیل گیلانی صرف ایک لفظی استفسار کیا ریسیپشن پر جا کر۔ موجودہ لڑکی نے اسے مطلوبہ کمرے کا بتایا تو آگے بڑھ گیا۔ قدم قدم اٹھاتا لفٹ تک آیا پھر بلائی منزل پر پہنچ کر راہداری میں مڑ گیا۔ راہداری کے آمنے سامنے آفیسیز تھے اور ان پر نیم پلیٹ لگی تھی۔ سہیل کے آفس کے باہر رک کر دیکھا۔ پھر دروازہ کھٹکھٹائے بغیر کھول کر اندر داخل ہوا۔ سہیل نے آہٹ پہ نگاہ اٹھائی تو شاز کو دیکھ کر حیران ہوا۔ ان دونوں کی اس سے قبل ملاقات کم ہی ہوئی تھی۔ لیکن وہ اسے جانتا تھا۔

"شاز تم یہاں؟" سہیل نے اچھنبے سے دیکھا۔ وہ قدم قدم چلتا قریب آیا اور کرسی کھینچ کر سامنے بیٹھا۔ سیاہ سنجیدہ نظریں ان پہ جمائے گویا ہوا۔

"میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لونگا۔ بس کچھ حقیقتوں سے آگاہ کرنا میرا فرض ہے اور وہی ادا کرنے آیا ہوں۔" سہیل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"ہوا کیا ہے شاز؟"

"بس کچھ زیادہ نہیں آپ کی بیوی نے میری امی کو اٹھارہ سال قبل قتل کیا تھا ان کی دوا بدل کے اور دوسری دوا کی اوور دوز دے کر۔" اس نے کہنے کے ساتھ دونوں فائلز سامنے رکھیں۔ "ایک میری امی کی دوا تھی جو وہ لیتی تھیں لیکن ان کے کوز آف ڈیتھ میں دوسری دوا کی اوور دوز لکھی گئی ہے جو میری ماں کی دوا تھی ہی نہیں۔" ساتھ میں وہ چھوٹی شیشی نکال کے میز پر رکھی۔ سہیل نے دونوں فائلوں کو دیکھا۔ پھر کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا۔ جیسے اس کی بات کو ہضم کرنا چاہتا ہو۔ یکدم آگے کو ہوا

"کیا بکواس کر رہے ہو تم میری بیوی ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔ میں جانتا ہوں تم میری بیوی پہ جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔ اس کے اور تمہاری ماں کے تعلقات اچھے نہیں تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اسے

جان سے مار دے گی۔ اور ویسے بھی تمہاری ماں ایک ذہنی معذور عورت تھی۔ جس عورت سے اپنے بچے اور شوہر کا نہ سوچا گیا ہو میری نظر میں وہ ایک بدترین عورت ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ اور کچھ بولتا شاز نے سہیل کو گریبان سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچا اور چہرے پہ زوردار مکا رسید کیا۔ "میری ماں کے بارے میں ایک لفظ اور تمہارے منہ سے نکلا نہ تو تمہاری قبر بھی اسی قبرستان میں ہو گی۔ اور میری ماں نے خودکشی نہیں کی انہیں تمہاری حاسد بیوی نے قتل کیا ہے۔"

جھٹکے سے سہیل کا گیریبان چھوڑا اور اپنا فون نکال کر ریکارڈنگ چلائی۔ میں "جانتا تھا تم یقین نہیں کرو گے اسی لیے میں نے یہ سنہرے الفاظ ریکارڈ کر لیے۔ اب تم زور انہیں سن سکتے ہوں تا کہ خود کو یقین دلا سکو کہ تم اتنے سال سے ایک قاتل کے ساتھ رہ رہے تھے۔" جو گفتگو سہیل کی سماعت میں گئی وہ نمک کا مجسمہ بنے سنتا گیا۔ جونہی ریکارڈنگ ختم ہوئی سہیل نے نظر اٹھائی۔ تو وہ سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔

"اب پتا چلا تمہیں کہ کون زیادہ بدترین انسان ہے۔ اور اگر میں یہ پولیس کو دے دو یہ تمہارے ہر جاننے والے بزنس پارٹنر کے ہوالے کر دوں تو کیا ہو گا۔ کوئی بھی تمہارے ساتھ کام نہیں کرنا چاہے گا۔ پھر یہ کمپنی کیسے چلاؤ گے تم؟"

"دیکھو شاز تم ایسا کچھ مت کرنا جو سزا ہو گی وہ میں شائستہ کو خود دوں گا۔"

شاز نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ کیس اگر لیگلی اوپن ہو بھی جائے تو تم پولیس کو پیسے کھیلا کر اسے نکلوا لو گے۔ اور میں یہ نہیں چاہتا۔ میں نہ ہی کسی عورت کو جیل میں ڈلوا کر بدلہ لینے والا آدمی ہوں۔ میرے باپ نے مجھے ہر عورت کی عزت کرنا سکھایا ہے چاہیے وہ کوئی بھی۔" اس نے کچھ جتایا تھا۔ "اسی لیے میں تمہاری بیوی کو بدنام کرنے کے بجائے ادھر آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں اسے سزا تم خود دو وہ آگے کو جھکا اور اس کی آنکھوں میں اپنی

آنکھیں گاڑیں پھر آہستہ سے بولا۔ "آگاہی سب سے بڑا عذاب ہوتی ہے۔ لیکن میں یہ ریکارڈنگ اور لوگوں کو بھیج بھی سکتا ہوں۔ جس سے تمہارا کافی نقصان ہو گا۔ تو سوچ سمجھ کے سزا منتخب کرنا۔"
پھر اٹھا اپنا فون آٹھایا اور باہر نکال گیا۔

رات کا جانے کون سا پہر چل رہا تھا جب وہ داخلی دروزہ کھلا تا اندر داخل ہوا۔ ابا لاونج میں ہی تھے وہ فکر مندی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ سامنے سے اسے آتے دیکھ کر سکھ کا سانس لیا۔
"شاز اتنی دیر سے گھر آے ہو کیا آج کام بہت زیادہ تھا؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھتے بولے تھے۔ شاز سامنے صوفے پہ آبیٹھا پھر نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ان سیاہ آنکھوں میں عجیب سی اداسی اور ویرانی محسوس کی تھی ابا نے۔ وہ مزید تشویش سے آگے ہوئے اور اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا شاز مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے تم اتنے چپ کیوں ہو۔
"ابا میں نے آپ سے کہا تھا نہ امی نے خودکشی نہیں کی اور آج مجھے حقیقت پتا چلی کہ انہوں نے واقعی خودکشی نہیں کی تھی انہیں مارا گیا ہے۔" ابا حق دق سے رہ گئے
"کیا ہوا ہے شاز۔۔" ان کی آواز میں لرزش سی تھی۔
"میں نے آپ سے پوچھا تھا نہ کہ امی سے آخری دفعہ کون ملا ہے۔ اور آپ نے کہا تھا شائستہ۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ان کو اسی نے مارا ہے۔ اس دن دونوں میں تلخ کلامی ہو گئی تھی اور اپنی جلن حسد کے چکر میں آکر امی کو دوسری دوا کی اوور دوز دے دی اور ساتھ میں امی کی اپنی گولی بھی تا کہ یہ خودکشی لگے۔ لیکن جب میں نے امی کی ساری رپورٹس چیک کیں تو۔ معلوم ہوا ان کی اصل دوا تو وہ تھی ہی نہیں جو ان کے ڈیتھ سرٹیفکیٹ پہ کوز آف ڈیتھ میں ہے وہ تو دوا ہی دوسری تھی citalopram۔ جس کی اوور

دوز سے موت ہوئی اور صرف یہی نہیں ان کی اپنی دوا جو وہ لیتی تھی وہ بھی ساتھ ہی دی تھی شائستہ نے جس کی وجہ سے ادویات ریکشن کر گئیں۔"

"تمہیں یہ دوا کہاں سے ملی؟" وہ ہنوز بے یقینی کے عالم میں تھے۔

"جب میں اُپر امی کے پرانے کمرے میں گیا تو سائڈ دراز میں یہ پڑی ہوئی تھی جو خود۔ شائستہ نے رکھی تھی اس دن۔" اس نے کہنے کے ساتھ فون نکالا اور ریکارڈنگ چلائی۔ پھر جانے کس دل سے ان دونوں نے وہ الفاظ سنے جو پیگھلے سیسے کی ماند ان کی سماعت میں پڑے تھے۔ جب ریکارڈنگ ختم ہوئی تو ابا نے شاز کو دیکھا جس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

"کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے ابا۔ کوئی کیسی کی ماں کو کیسے دور کر سکتا ہے۔ صرف اپنے جلن حسد کے چکر میں کوئی کسی کی زندگی کیسے ختم کر سکتا ہے ابا۔ بولتے بولتے اس کی آنکھوں سے پانی گرنے لگا۔ میں نے اپنی ساری زندگی ماں کے بغیر گزار دی ابا۔ میرا بچپن۔۔۔ میرے خواب۔ ۔میری خوشیاں۔ سب کچھ اس عورت نے چھین لیا ابا کیا بگڑا تھا میں نے کسی کا۔ آٹھارہ سال سے میں اس تکلیف میں ہوں مجھے سکون نہیں ملتا۔ ایسا کون کرتا ہے ابا کوئی کسی سے اس کا سب کچھ کیسے چھین سکتا ہے!!"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ آگے بڑھے اسے گلے سے لگایا۔ اور وہ مسلسل رویے جا رہا تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا شائستہ اس حد تک گر سکتی ہے۔ کہ میری بیوی کی جان ہی لے لی۔۔"

الفاظ تو ان کے پاس بھی نہیں تھے کیونکہ آج وہ خود بکھر گئے تھے۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرے جا رہے تھے۔

سفید محل پوری شان سے کھڑا تھا۔ سارے بتیاں روشن نظر آتی تھی۔ لیکن آندر کا ماحول قیامت سے کم نہیں تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم اس حد تک گر سکتی ہو شائستہ۔ کس چیز کی کمی تھی تمہیں۔ کس چیز کی کمی رہنے دی میں نے۔ تمہارے لیے کیا نہیں کیا لیکن تم۔ مجھے یقین نہیں آرہا تم اتنی سنگدل کیسے ہو سکتی ہو۔ کم از کم اس بچے کا ہی سوچ لیتی وہ تمہارا سگا بھتیجا تھا!!"

سہیل ادھر ادھر ٹہلتا اس پہ دھاڑا تھا۔ جو سہم کے ایک جگہ بیٹھی تھی۔ سہیل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ شائستہ کو ہی شوٹ کر دے۔ پھر آگے ہو کر اس پہ جھکا اور غرایا۔ "کیوں کیا تم نے ایسا بتاؤ۔؟"

اس نے نظر اٹھائی۔ "کیونکہ اس کے پاس ہر وہ چیز تھی جو میرے پاس نہیں تھی۔ اسے ہر چیز پہلے ملی۔ میرا بھائی سے ہمیشہ موازنہ رہتا تھا اور جب شادی ہوئی وہ بھی اس کی اپنی مرضی سے مجھے ہمیشہ نظر انداز ہی کیا گیا۔ وہ ہر چیز پہلے کیسے لے سکتی ہے۔ مجھے نفرت تھی صوفیہ سے!!! سارا حسن اس کے پاس محبت کرنے والا شوہر اس کا پہلی اولاد بھی اتنی خوبصورت۔ ہر چیز پہلے اسے کیو ملی!!! مجھ سے رہا نہیں گیا اور میں نے اسے اپنی نظروں سے ہی دور کر دیا۔" وہ ناگن بنی پھنکار رہی تھی۔

سہیل نے افسوس سے اسے دیکھا "میں نے تمہیں کیا نہیں دیا ہمیشہ اچھے سے اچھا کرنے کی کوشش کی محبت دی۔ عزت دی۔ دولت دی۔ جو تم نے مانگا دیا میں نے۔ لیکن یہاں مسلہ پتہ ہے کیا ہے شائستہ تم ایک حاسد عورت ہو جو اپنے حسد کی جلن کو پورا کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ تمہارا مسلہ صوفیہ نہیں۔ تمہاری بیماری تمہارا نفس ہے۔ تم نے صرف ایک جان ہی نہیں لی تم نے اسے جڑے ہر انسان کے ایک حصے کو قتل کیا ہے۔ شاز کو بھی اور اپنے بھائی کے ایک حصے کی قاتل بھی تم ہی ہو۔ میں تم جیسی عورت کے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتا اسی لیے میں تمہیں طلاق۔۔۔!"

"نہیں!!" وہ یکدم چلائی تھی۔ "نہیں سہیل پلیز یہ مت کرنا میں مر جاؤں گی تمہارے بغیر۔۔" وہ سہیل کے پیروں میں گر گئی تھی۔ سہیل نے ایک حقارت بھری نگاہ اس پہ ڈالی۔

"تو پھر مر جاؤ۔۔" اور آگے بڑھ گیا۔ پھر پیچھے مڑا۔ "طلاق کے پیپرز تمہیں مل جائیں گے۔" اور باہر نکل گیا۔

رات کسی طرح گزری گئی اور ایسا ہی ہوتا ہے شاید یہی زندگی کا دستور ہے۔ رات جیسی بھی ہو پر سکون ہو۔ اندھیری ہو یہ طوفانی گزر ہی جاتی ہے۔ پھر چمکتا ہوا دن طلوع ہوتا ہے رات کی ساری تاریکیاں مٹائے اور وقت گزر جاتا ہے لیکن وقت کے دیے گیے زخم بھی آہستہ آہستہ مندمل ہو جاتے جو انسان کو بہت کچھ سیکھا جاتے ہیں ایسا ہی آج بھی ہوا۔ سورج کی روشنی چھن کر آفس میں گر رہی تھی اور ہر شے کو اپنی سنہری لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ منیبہ حسبِ معمول بال جوڑے میں مقید کیے نیلے جوڑے میں ملبوس سنجیدا بھوری آنکھیں سامنے بیٹھی یشل پر جمائے غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو خوشی سے بولے جا رہی تھی۔

"میڈم آپ کو پتہ ہے ابا سے میں نے اپنے دل کی ہر بات کہہ دی اور اب میں بہت ہلکا محسوس کر رہی ہوں اور جب سے میں نے نماز کی پابندی شروع کی ہے میری زندگی ٹریک پہ آگئی ہے۔ پہلے تو میں خود کو ہی بھول گئی تھی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

منیبہ ہلکا سا مسکرائی "اور پھر اللہ یہی تو کہتا ہے کہ جب ہم اسے بھول جاتے ہیں وہ ہمیں اپنا آپ ہی بھلا دیتا ہے۔"

"جی بکل میں آپ کی ہر بات سے اتفاق کرتی ہوں۔"

"آپ محبت پہ یقین رکھتی ہیں یشل؟" اس نے اچانک ہی یہ سوال پوچھا۔ یشل نے تعجب سے اسے دیکھا پھر بولی

"میڈم محبت صرف ایک سراب ہوتی ہے۔ وہ دیکھتی کچھ اور ہوتی کچھ ہے۔" "کیا مطلب۔" منیبہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ لوگ محبت کرتے ہی اس سے ہیں جو مکمل ہو۔ بے عیب ہو۔ جس میں کوئی نقس نہ ہو۔ جو ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو۔ لیکن محبت تو ہوتی ہی وہ جو ہر انسان کو اس کی داغ اور عیب کے ساتھ قبول کرے بغیر کسی تبدیلی کے۔ مگر ایسے انسان کو کوئی پسند نہیں کرتا اور محبت ایک سراب بن کے رہ جاتی ہے جو دیکھتی کچھ اور ہوتی کچھ ہے۔ دیکھتی وہ چمکتی دھمکتی ہے لیکن جب قریب جاؤ تو حقیقت سامنے آتی ہے۔ لوگ صرف وقتی اٹریکشن کو محبت کا نام دے دیتے ہیں۔ جیسے آج کل لوگ حرام تعلقات کو شوگر کوٹ کر کے کرتے ہیں پہلے تحفے تحائف دیے جاتے ہیں۔ ہزار دلائل دے کر جسٹیفائے کرتے ہیں۔ لیکن پھر جب اصل شادی ہوتی ہے تو سب ختم پہلے دور سے ان چیزوں میں بہت کشش نظر آتی ہے میڈم لیکن جب قریب آو تو اکثر لڑکیا بھیانک حقیقت کا سامنا کرتی ہیں۔ اور اکثر کو تو ان کی سو کولڈ محبت چھوڑ کے چلی جاتی ہے۔ میڈم چاہے منگیتر بھی ہو۔ ہوتا تو نا محرم ہی ہے نا۔ آپ کو کیسے لگتا ہے کہ اگر آپ کیسی ایسے تعلق میں بندھی ہونگی تو آپ کو حلال کی لذت محسوس ہو گی۔ ہاں جو توبہ کر لے اور پلٹ آئے وہ تھیک رہتا ہے۔" منیبہ نے اثبات میں سر ہلایا

"میں اتفاق کرتی ہوں تمہاری بات سے لیکن ہر محبت سراب نہیں ہوتی یشل۔ دیکھو میں مانتی ہوں اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں لیکن کچھ اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو اصل میں سچی محبت کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ بھی تو اپنے بندوں سے ان کی خامیوں، خوبیوں اور نافرمانیوں کے باوجود محبت کرتا ہے۔ وہ تو نہیں ہمیں فوراً سزا دے دیتا۔ وہ تو نہیں ہمارے اُپر قیامت لے آتا۔ وہ تو ہمیں زیرہ سے شروع کرنے کا موقع دیتا ہے اور انسان ہونے کا مارجن بھی۔ اگر ہر محبت ایسی ہے۔ تو پھر اللہ کی محبت تو سچی ہے ۔ جب ہمارے پاس ایسی محبت کرنے والا ہے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ دوسروں سے محبت کی بھیک مانگیں۔ یہ خود کو دوسروں کے سامنے گرائیں صرف ان کی توجہ کے لیے۔ تمہارا مسلہ بھی یہی تھا کہ تم توجہ کے لیے خود کو گرا رہی تھیں۔ انسان کی عزت نفس سب سے پہلے آتی ہے اور ہمارا رب نہیں چاہتا کہ

ہم اس کے دوسروں بندوں کے آگے جھکیں۔ اسی لیے اس نے تمہیں مشکل میں ڈالا اور جب تم نے اپنی غزت نفس کو چنا تو تمہاری آزمائش کھل گئی۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم disrespect کرو لیکن خود کی عزت کو سب سے اپر رکھو پھر آتی ہیں باقی چیزیں۔"

پھر اس نے وقت دیکھا تو سیشن پورا ہو چکا تھا۔ یشل آٹھ کھڑی ہوئی اور شکریہ کہہ کر آفس سے باہر قدم بڑھائے۔ پیچھے منیبہ بھی مسکرا کے کام کرنے لگی۔

باب نمبر؛۹

یشل جیسے ہی آفس سے باہر نکلی۔ ٹھٹھک کر رکی ساتھ والی دیوار سے ٹیک لگائے شاز کھڑا تھا۔ جیسے ساری باتیں سنی ہوں لیکن ایسا ہو گیا جیسے کچھ جانتا ہی نہ ہو۔

"آپ؟ "یشل نے اسے پکارا۔ وہ اسے دیکھ کر سیدھا ہوا۔

"جی میں میڈم سے ملنے آیا تھا۔" یشل نے آنکھیں سکیڑ کر غوز سے اسے دیکھا۔ "آپ سے ایک بات پوچھوں برا تو نہیں منائیں گے؟"

"جی پوچھیں۔" اس کی بھوری آنکھوں پہ نظریں جمائے بولا۔ "کیا میڈم آپ کی بھی تھیراپسٹ ہیں۔؟"

شاز نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "کیا وہ آپ کی بھی ہیں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی وہ میری ٹیچر بھی ہیں اور اچھی سائکولوجسٹ ہیں۔ آپ کو اکثر یہاں پر دیکھ کر تھوڑا عجیب لگتا تھا مجھے اسی لیے پوچھا۔"

" وہ ایک اچھی تھیراپسٹ بھی ہیں میرے ان سے فیملی ریلیشنز ہیں۔" اس کے حیران چہرے کو دیکھ کر مزید وضاحت دی۔

"اچھا اچھا پھر ٹھیک ہے۔" شاز نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا

"کیوں آپ کو لگا کہ میں سٹالک کر رہا ہوں؟" یشل کے رخسار گلابی ہوئے۔ "نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔" پھر وقت دیکھا۔ "خیر آپ اندر چلیں جائیں میڈم فری ہیں "

اور آگے قدم بڑھائے ہی تھے کہ اس کے الفاظ کانوں میں پڑے۔

"اگر کوئی آپ کو ہر طرح سے قبول کرے۔ خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ۔ پھر کیا کریں گی آپ؟"

یشل نے مڑ کر خفگی سے دیکھا اور ایک ابرہ اچکایا۔ شاز اسے دکھ کے فوراً سنبھلا۔ "کیا میں نے کچھ کہا۔ شاید میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگ گیا تھا۔" اس نے یشل کے تاثرات دیکھ کے بدلی۔

وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی اور شاز آندر آفس میں۔

منیبہ نے آہٹ پہ سر اٹھایا پھر اس کو آندر آتے دیکھ کر کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"کچھ پتا چلا؟"

شاز نے گہری سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ باہر یشل سے خوش اخلاقی سے بات کرنے والے شاز سے بلکل مختلف لگ رہا تھا۔ خاموش اور بے تاثر۔ رات کیسے گزری تھی یہ وہی جانتا تھا۔ سامنے بیٹھا اور ساری کتھا منیبہ کو سناڈالی ساتھ میں ریکارڈنگ بھی۔ اب تک تو اسے شائستہ کا ہر لفظ ازبر ہو چکا تھا۔ چند لمحے تو آفس میں خاموشی چھائی رہی۔ منیبہ بھی شاک کے مارے کچھ بولنے سے متاثر تھی۔ پھر کافی دیر بعد بولی۔

" I can't believe کہ ایسے بھی ہو سکتا ہے۔ میں جو اتنا عرصہ اس گلٹ میں رہی کہ شاید میری تھیراپی اچھی نہیں تھی۔ میں نے صوفیہ کا علاج نہیں سہی کیا۔ میں کام تک چھوڑنے والی تھی اور حقیقت کیا نکلی۔" وہ شل سی مسلسل نفی میں سر ہلاتی کہہ رہی تھی۔ پھر نگاہ اٹھا کر شاز کو دیکھا

"تم اب کیسے ہو؟" اسے اس کی ذہنی حالت کی فکر ہوئی۔

"کیسا ہو سکتا ہوں؟" وہ بہت دکھی دکھائی دے رہا تھا سیاہ آنکھیں اداس اور ویران پڑی تھی۔

"دیکھوں شاز اب جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ آج سے ہم اپنا سیشن شروع کریں گے۔"

اس نے بس جی کہا۔ پھر وہ اپنے معمول کے مطابق سیشن کا آغاز کرنے لگی۔ وہ چھوٹے چھوٹے سوال کرتی گئی اور وہ بھی جواب دیتا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد مکمل ہوا۔ تو وہ کاغذ پہ لکھتے گویا ہوئی۔

"جو ایکسر سائز میں لکھ کر دے رہی ہوں آپ نے وہ اگلے سیشن تک کرنی ہیں پھر مجھے اپنی پروگریس سے آگاہ کرنا ہے۔ اپنے دماغ کو تمام منفی خیالات سے آزاد رکھنا ہے۔ اور دن میں تین سے چار گھنٹے deep breathing کرنی ہے۔ تاکہ آپ کا دماغ اور جسم ریلیکس ہو۔" منیبہ نے قلم بند کر کے کاغذ شاز کے سامنے رکھا پھر اسے دیکھا ہلکا سا مسکرائی۔ "میں امید کرتی ہوا گلے تین سیشنز میں آپ ٹھیک ہو جائیں گے"

وہ اثبات میں سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا اور مسکرا کر شکریہ ادا کیا اس سے پہلے وہ مڑتا۔

"آپ یشل کو جانتے ہیں؟" شاز نے ناسمجھی سے منیبہ کو دیکھا۔

"کون یشل؟" بے ساختہ دونوں ابرہ سکیڑے۔

"وہ جو اس دن میرے آفس آئیں تھیں آپ دونوں کا سامنہ ہوا تھا۔"

" وہ میرے ابو کے دوست کی بیٹی ہیں۔"

"ویسے وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ میری سٹوڈنٹ بھی ہے نہ۔"

"جی اچھا۔" وہ غیر آرام ہو کر بس اتنا ہی کہہ سکا۔

وہ منیبہ کے ساتھ اس کے ہوالے سے کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شاز کو یہ گوارا نہیں تھا کہ کوئی غلط مطلب لے اور پھر مسلہ ہو جائے۔ اور لوگوں کی ذو معنی باتیں ۔ بس اتنا کہہ کر خدا حافظ کہتا باہر نکل گیا۔

گرمی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ کیفے ٹیریاں میں رش بڑھتا جا رہا تھا اور اس ہجوم میں کونے والی میز پر آمنے سامنے یشل اور زرنین بیٹھی نظر آ رہی تھیں۔ "تم نے مجھے بتایا نہیں کہ میڈم سے تھیراپی لے رہی ہو؟" اس کے انداز میں خفگی سی تھی یشل نے نگاہ اٹھائی۔

"یار سب اتنی جلدی ہوا کہ مجھے موقع ہی نہیں ملا کچھ بتانے کا اور تم مجھے ایسی نظروں سے مت دیکھو جیسے میں نے کوئی بہت بڑا جرم کیا ہو۔"

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ اب تم مجھے نظر انداز نہیں کرو گی لیکن پھر مجھے بھول گئی نہ میرے میسیجز کا جواب دے رہی ہو نہ میری کال اٹھا رہی ہو۔ تم اتنا غیر اہم کر دیتی ہو یشل مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا ہوں تمہارے لیے۔"

یشل کے چہرے پہ معذرت خواہانہ سا تاثر ابھرا۔

"اچھا ایم سوری میری غلطی ہے مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بس لیکن یار سب کچھ ایسے ہوا کہ مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ پھر تم بھی تو یونی نہیں آ رہی تھی کیسے بتاتی۔" زرنین نے تندھی سے گھورا۔"

"یشل ایک ایجاد ہے اسے موبائل فون کہتے ہیں شاید تمہیں نہ پتہ ہو اسے دوسرے بندے کا حال احوال پوچھ سکتے ہیں۔ کہ انسان مر گیا ہے یہ زندہ ہے۔" غصے سے کہہ کر رخ موڑ گئی۔

"اچھا نہ یار سوری۔ تم کیا شوہروں کی طرح مجھے تانے مارے جا رہی ہو۔" زرنین ہنوز چہرہ موڑے بیٹھی رہی۔ یہ اشارہ تھا کہ وہ خفا ہے اور یشل اسے منائے۔ "اچھا تم جو کہو گی وہ کھلاؤں گی تمہیں۔" زرنین کی آنکھیں چمکیں لیکن واپس مڑی نہیں۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میرے میں صرف اتنی غیرت ہے کہ چند سو کے کھانے کے پیچھے اپنی بے عزتی بھولا دوں؟" یشل نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں میری جان تمہاری غیرت بس اتنی سی ہی ہے۔"

"لعنت ہو تم پہ یشل بات نہ کرنا مجھ سے۔"

وہ چیخ کر بولی تھی تو وہ یکدم ہنس پڑی۔ پھر اس نے زرنین کا ہاتھ دبایا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"ایم۔ سوری میں واقعی میں تم سے معذرت کرتی ہوں اپنے رویے کی۔"

زرنین کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے اور مسکرا دی

"لیکن میں پریشان ہو گئی تھی تمہارے لیے۔"

"اچھا اب نہیں کروں گی پکا وعدہ۔"

دوپہر شام میں ڈھل گئی اور تمام گھروں کی بتیاں روشن ہو گئیں۔ پرندے بھی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو چکے تھے۔ اس سبز بیلوں سے ڈھکے گھر کی بتیاں بھی جلی نظر آ رہی تھیں۔ یشل ابھی ابھی گھر آئی تھی۔ وہ لاونج میں صوفے پہ پیر اپر کیے بیٹھی بور سی چینل بدل رہی تھی۔ زائرہ واپس جا چکی تھی۔

"کیا تھا سفیان بھائی کو جو تھوڑی دیر اور رکنے دیتے۔ بیوی کے بغیر تو رہا ہی نہیں جاتا ہے۔ تھیک ہے بیوی ہے لیکن پہلے میری بہن بنی تھی۔"

وہ مسلسل خفگی سے بولے جا رہی تھی۔ اتنے میں ساتھ فضیلہ آ بیٹھیں یشل نے چہرا موڑ کر دیکھا۔ "کہہ دیں امی جو کہنے آئیں ہیں۔" وہ اس کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھ کے بہت آس سے بولیں۔

"یشل میں نے اور تمہارے ابو نے کچھ سوچا ہے اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔" یشل کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ "کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"یہی بیٹا تمہاری یونی بس ختم ہونے ہی والی ہے تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں۔ تو ہم تمہارے لیے کوئی رشتہ دیکھنا شروع کرتے ہیں۔" یشل سیدھی ہوئی۔ "دیکھیں امی میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ مجھے ابھی وقت ہے میں آگے ماسٹرز کرنا چاہتی ہوں آگے پڑھنا چاہتی ہوں۔ پھر یہ کیوں۔؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو بیٹا ابھی صرف رشتہ دیکھنے کا کہہ رہے ہیں شادی تھوڑی ہی کر دیں گے۔""امی جب رشتہ دیکھتے ہیں تو شادی بھی ہو جاتی ہے۔ اور اگر آپ کا ارادہ ہے کہ ہم وقت مانگ لیں گیں تو کوئی کسی کے لیے انتظار نہیں کرتا۔ لوگ رشتہ دیکھتے ہی اس لیے ہیں کہ جلد شادی کر سکیں۔"

"لیکن میں ایسے شخص سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا جو اس کے لیے رک سکے انتظار کرے۔ اگر نہ اعتراض ہوا تو ہم انکار کر دیں گے۔"

پیچھے سے آتی ابا کی آواز پہ وہ چونکی اور گردن موڑی تو ایوب صاحب مسکرا کر کہتے ہوئے سامنے صوفے پہ بیٹھے اور اس کو دیکھا جو بس رونے کو تھی۔

"کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا جو تم کہو گی وہی ہو گا۔ تمہاری مرضی کے خلاف ہم کچھ نہیں کریں گے۔"

یشل کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے بس جی کہتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

شاز ابھی ابھی گھر آیا تھا کہ پورے گھر میں کچھ جلنے کی سمیل پھیلی تھی اس نے بے اختیار کچن کی سمت دیکھا اور چونک کر آگے قدم بڑھائے۔ جیسے ہی اندر جھانکا تو ابا ایپرن پہنے ہوئے چولہے کے آگے کھڑے تھے اور جلے ہوئے سالن کو پتیلی کے تلے سے کھرچ رہے تھے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" اندر آیا ایک نظر پتیلی کے جلے ہوئے تلے پر ڈالی پھر ابا کو دیکھا۔

"فوٹ بال کھیل رہا ہو۔ نظر نہیں آرہا کھانا جل گیا۔" ہے بیزاری سے بولے۔ "تو آپ کا دھیان کہاں تھا۔ ضرور فون پہ لگے ہوں گے۔"

انہوں نے خفگی سے اسے دیکھا۔ "تم زیادہ میری ساس نہ بنو۔ میں فون پہ بات کر رہا تھا مجھے کیا پتہ کہ یہ جل جائے گا؟"

"ابا اب سالن خود تو بتانے سے رہا میں جل رہا ہو چولہا بند کر دو۔ اسی لیے دھیان رکھتے ہیں۔" انہوں نے اسے گھور کر سر جھٹکا۔

"خیر اب کیا کرنا ہے؟"

"کل کا قیمہ بچ گیا تھا وہ پڑا ہے کھا لینا اب اور کچھ نہیں ہو سکتا تم ہاتھ منہ دھو میں قیمہ گرم کرتا ہوں۔" وہ پتیلی میں مسلسل چمچ چلاتے ہوئے بولے تھے۔ شاز جانے کے لیے مڑا پھر رک کر پیچھے ایک نظر ابا پہ ڈالی جو ایپرن پہنے بہت کیوٹ لگ رہے تھے۔ پھر مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

چند منٹ بعد وہ دونوں کھانے کی میز پر آمنے سامنے بیٹھے تھے اور ابا قیمے کے ڈونگے میں سے سالن نکالتے پوچھ رہے تھے۔

"کیسا رہا تمہارا سیشن؟"

"جی ٹھیک تھا کچھ ایکسر سائز کرنی ہے اگلے ہفتے تک۔" اچانک سے بھوری آنکھوں کی جھلک ذہن میں آئی۔ اس نے فوراً سر جھٹکا۔

"آج ایوب کا فون آیا تھا۔" اس نے نگاہ اٹھائی۔ "پھر کیا کہہ رہے تھے؟"

"وہ یشل کا رشتہ ڈھونڈ رہا ہے اسی کے حوالے سے بتا رہا تھا۔"

شاز کو یکدم کھانسی آئی۔ جیسے کوئی ہڈی حلق میں پھنس گئی ہو۔ ابا نے بغور اسے دیکھتے پانی کا گلاس آگے کیا۔

"کیا ہو گیا اچانک سے قیمے میں تو کوئی ہڈی نہیں تھی۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کچھ نہیں پھر کر دیا رشتہ انہوں نے۔" سرسری سا پوچھا۔ "ارے نہیں ابھی تو ڈھونڈ رہا ہے مجھے بھی کہہ رہا تھا کہ کوئی اچھا لڑکا ہو نظر میں تو بتانا۔"

"پھر آپ نے بتایا کوئی اچھا لڑکا۔" ابا نے خفگی سے اسے دیکھا۔ "نہیں میں تو رشتے کرانے والی عورت ہو نا۔ میرج بیورو کھول رکھا ہے میں نے۔ فارغ وقت میں یہی تو کرتا ہوں۔" شاز یکدم دل کھول کر ہنس پڑا ابا نے بہت امید سے اسے دیکھا۔

"میری تو بہت خواہش تھی کہ یشل میری بہو بنے مجھے تو وہ بہت پسند ہے۔" شاز نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔ "اگلے تین ہفتے میں میرا سیشن ختم ہو جائے گا۔" اس نے بات بدلنی چاہی۔

ابا نے صرف اثبات میں سر ہلایا پھر وہ دونوں خاموشی سے کھاتے رہے۔ چند لمحے بعد شاز نے ابا سے چائے کا پوچھا تو وہ انکار کر کے سونے چلے گئے۔ اپنی چائے لیے بالکونی میں آ گیا۔ نگاہیں دور آسمان پہ جمیں تھیں گہری سوچ میں گم۔ اسے یشل کی اور اپنی پیچھلی ملاقات یاد آئی تو لب بے اختیار مسکرا اٹھے۔ وہ لڑکی اسے اتنی جانی پہچانی کیوں لگتی تھی۔ دور یشل بھی اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی آسمان کو تک رہی تھی۔ اسے یاد تھا شاز نے آخری باتیں کیا کہیں تھیں۔ وہ کب سے یہی سوچے جا رہی تھی۔ پھر سر جھٹکا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔"

اور اندر چلی گئی۔ دور آسمان پر چمکتا چاند ان دو شناسا اجنبیوں کو تکتا رہا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ایک ہفتے بعد:

وہ اس کے آفس میں موجود تھا اور منیبہ مسکرا کر پوچھ رہی تھی

"اب کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ؟"

"اب میں کافی بہتر محسوس کر رہا ہوں زندگی میں پہلی بار مجھے سکون کی نیند آئی ہے۔"

"وہ اس لیے آپ نے حقیقت کو جان کر اس کا سامنا کر کے اسے قبول کیا ہے اور پھر ذہن سے نکالا ہے۔ ہمارے آدھے مسائل یہیں سے شروع ہوتے ہیں۔ جس چیز سے ہم خوف کھاتے ہیں ہم اس سے دور

بھاگتے ہیں۔ ہم اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتے ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ میں اکثر اپنے کلائینٹس کا علاج ایسے ہی کرتی ہوں جس چیز سے وہ دور بھاگتے ہیں اس کا سامنا کرا کے۔ آپ کے ساتھ بھی میں نے یہی ٹیکنیک استعمال کی ہے۔ جس دن آپ آئے تھے مجھے پتا چل گیا تھا کہ آپ کو حقیقت نہیں معلوم۔ ایک یہی تریقہ تھا آپ کے ماضی کو قبول کر کے حقیقت کا سامنا کرانے کا۔ ورنہ ساری زندگی آپ اپنے ٹراما سے بھاگتے اور کبھی ٹھیک نہ ہو پاتے۔"

شاز آنکھیں سکیڑے اسے دیکھے گیا۔

"آپ حقیقت جانتی تھیں؟"

"نہیں مکمل سچ میں بھی نہیں جانتی تھی۔ شائستہ والا۔ لیکن مجھے یہ ضرور معلوم تھا کہ اس ساری کھانی کو سراب کا رنگ دینے کی کوشش کی ہے جو دیکھ کچھ رہی تھی لیکن اصل حقیقت کچھ اور تھی۔ میں جانتی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہو سکتا ضرور کسی نے یہ جان بوجھ کے کیا ہے۔ لیکن اس وقت نہ کوئی ثبوت تھا اور نہ ہی سراغ جس سے سچ کا پتا چل سکے میں نے ابراہیم صاحب کو بتایا تھا کہ یہ سچ نہیں ہے۔ کچھ گڑبڑ ہے لیکن اس وقت حالات ایسے نہیں تھے اور تم بہت چھوٹے تھے۔ تمہارے والد پہ تمہاری زمہ داری تھی وہ تمہارے لیے بہت فکر مند رہتے تھے اسی لیے انہوں نے بھی اتنا دھیان نہیں دیا۔ اُپر سے یہ کوئی لیگل کیس بھی نہیں تھا۔ اسی لیے تم اس ساری کہانی کے گرد گھوم رہے تھے اور میں نے تمہارے ذریعے ہی حقیقت کھلوائی ہے۔ تاکہ تم اس کا سامنا کر کے قبول کرو۔"

" تو آپ اتنی ایکٹنگ کیوں کر رہی تھیں؟" وہ شل سا اسے تکتا بولا۔

منیبہ ہلکا سا مسکرائی "میں ماہرِ نفسیات ہوں اور ہر نفسیات کو کیسے ہینڈل کرنا ہے مجھے آتا ہے۔"

وہ برا سا منہ بنا کر پیچھے ہو گیا۔ "آپ سائکولوجسٹس سے تو ڈرنا چاہئے ہے۔"

"ویسے یشل بھی سائکولوجسٹ ہی بن رہی ہے۔۔" وہ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"یشل کا کیا تعلق اس سے؟" شاز نے سوالیہ انداز میں ابرہ اچکایا۔

"تعلق تو ہے کیونکہ جب اس دن یشل ادھر آئی تھی اور آپ دونوں کا سامنا ہوا تھا میں دیکھ کر پہچان گئی تھی کہ کچھ تو گڑبڑ ہے۔ پھر جب آپ دونوں میرے آفس کے باہر مذاکرات کر رہے تھے وہ اس کھڑکی سے۔"(سامنے لگی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا)۔" مجھے نظر آرہا تھا۔"

وہ بس خاموش سا اسے دیکھے گیا۔

"تم اس سے محبت کرتے ہو۔ اسی لیے اس دن میرے سامنے اس کا نام نہیں لینا چاہ رہے تھے۔ تم نہیں چاہتے کہ کوئی غلط مطلب لے اور اس کا نام بدنام ہو۔"

شاز نے آخر ہار مان لی۔ "مجھے خود نہیں پتا مجھے اس سے محبت کیسے ہوئی لیکن ہو گی۔"

منیبہ خوشی سے آگے ہوئی "اچھا تم پھر اپنی شادی میں بلاؤ گے مجھے؟"

"میڈم اس کے والد اس کا رشتہ ڈھونڈ رہے ہیں۔"

"لو تو تم بھی عزت سے رشتہ بھیج دو اپنے والد کے ہاتھ۔" آرام سے مشورہ دیا۔ "اگر نہ مانی تو؟"

منیبہ بدمزہ ہوئی "ارے یار مانا نہ مانا دور کی بات ہے تم رشتہ تو بھیجو۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا انکار کر دے گی۔" وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔ جو آغاز محبت کے انجام تک بھی پہنچ گئی تھی۔

"میڈم خدا کا خوف کریں۔ دوسری محبت کی ہے میں نے۔"

منیبہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "تو پہلی کون تھی؟"

وہ اداسی سے مسکرایا۔ "میری امی۔"

"چلیں اب میں چلتا ہوں تھیک پھر آخری سیشن میں ملتے ہیں۔"

وہ شکریہ کہتا باہر نکل گیا۔

وہ جب گاڑی میں آکر بیٹھا تو کافی دیر سوچتی نگاہوں سے وینڈ اسکرین کے پار دیکھتا رہا۔ آج وہ نظر نہیں آئی تھی کہیں رشتہ تو نہیں ہو گیا ایک خیال سا اس کے ذہن میں گزرا۔ پھر سر جھٹکا نہیں وہ آج گھر جاتے ہی ابا سے بات کرے گا۔ آفس پہنچ کر جلدی جلدی کام نپٹایا اور پھر شام ہوتے ہی جلدی گھر آ گیا۔ ابا حسبِ معمول لاونج میں بیٹھے خبریں سن رہے تھے۔ اسے آتے دیکھ کر حیران ہوئے۔

"شاز تم آج اتنی جلدی آ گئے؟" وہ سامنے صوفے پہ بیٹھا تو ابا پوچھے بنا نہ رہ سکے۔ اس نے ثبات میں سر ہلایا۔

"جی آج کام اتنا نہیں تھا۔" پھر کافی دیر خاموش رہا انہوں نے ایک نظر اس پہ ڈالی۔ "اب میں انویٹیشن دوں تمہیں بولنے کا۔" شاز نے گہری سانس خارج کی۔ پھر بولا۔" ابا ایوب انکل نے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا؟"

ابراہیم نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"میری اس سے بات نہیں ہوئی لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو ویسے؟"

وہ ہر بات کر سکتا تھا لیکن اپنے منہ سے اپنے رشتے کی بات نہیں ہو رہی تھی بس اس سے۔ "ابا میں شادی کرنے کے لیے تیار ہوں چہرے پہ مزید مسکینیت طاری کی۔ اب آپ کب تک تنہا رہیں گیں اتنے عرصے سے آپ اکیلے ہیں۔ میں اور مزید آپ کو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ بس میں بھی شادی کر لوں گا۔" "بیٹے شادی میں نے نہیں کرنی ہے جو مجھ پر ڈال رہے ہو۔ صاف صاف بولو تمہیں شادی کی آگ لگی ہے۔"

"اچھا بتاؤ کہاں رشتہ لے کر جاؤں تمہارا۔ ویسے ہمارے پرانے محلے میں جمیلہ رہتی تھی اس کی بیٹی ہے عقیلہ میں سوچ رہا تھا۔"

"ابا میں نے کسی عقیلہ سے شادی نہیں۔۔" کرنی وہ ضبط سے سرخ پڑ رہا تھا۔ ایک تو اتنی مشکل سے ہمت کی بچارے نے اُپر سے ابا۔ انہوں نے مسکراہٹ دبائے اسے دیکھا۔ پھر سنجیدہ ہوئے۔

"اچھا بتاؤ کہاں رشتہ لے کے جاؤں؟" وہ تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"آپ نے کل کہا تھا نہ کہ ایوب انکل یشل کا بھی رشتہ ڈھونڈ رہے ہیں تو آپ ان کو بتا دیں آپ کی نظر میں ہے ایک اچھا لڑکا۔" انہوں نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"کون کہاں ہے مجھے تو نظر نہیں آ رہا؟"

"ابا میں یار۔۔" وہ عاجز آ گیا تھا۔ وہ ہلکا سا ہنس دیے۔

"اچھا ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں۔"

وہ سر ہلاتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا کہیں ابا پھر نہ شروع ہو جائیں۔ پیچھے ابراہیم صاحب مسکراتے ہوئے فون اٹھا رہے تھے اتنے عرصے بعد تو کوئی خوشی ملی تھی وہ ایسے ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتے تھے۔

باب نمبر:۱۰

BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ یشل کے کمرے میں دیکھو تو وہ بستر پہ لیٹی چھت کو تک رہی تھی کہ جب دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔

"آ جائیں۔۔۔"

دروازہ کھولا اور ایوب آندر آئے۔ وہ ان کو آتے دیکھ فوراً اٹھ بیٹھی۔ وہ آگے آئے اور بیڈ پر قریب ہی اس کے پاس بیٹھ گئے۔

"کیا ہوا کھانا کیوں نہیں کھایا اور آج سارا دن کمرے سے بھی نہیں نکلی؟"

وہ اس کے اداس چہرے کو تکتے ہوئے بولے۔

"مجھے بھوک نہیں تھی ابا۔" نظریں جھکائے جواب دیا۔

"کون سی یونیورسٹی کا سوچا ہے کہاں سے ماسٹرز کرو گی؟"

اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔ جو ہلکا سا مسکرائے تھے۔

"آپ تو میری شادی کی بات کر رہے ہیں۔"

"کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو گا۔ ایسا کچھ نہیں ہو گا جو تمہیں تکلیف دے۔" یشل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن امی خفا ہونگی اور میں خفا کر کے اپنی خواہش پوری نہیں کرنا چاہتی۔""یشل۔" انہوں نے بہت شفقت سے اسے مخاطب کیا۔ "ہم نے ابھی صرف تمہارا رشتہ دیکھنے کی بات کی تھی اور کیا تمہیں اپنے ماں باپ پر یقین نہیں ہے۔ ہم وقت مانگے گیں اگر ان کو اعتراض ہوا تو ہم نہیں کریں گیں۔ بیٹا تم یہ بات دل پہ کیوں لے کے بیٹھی ہو؟"

"کیونکہ ابا مجھے شادی سے ڈر لگتا ہے اتنے عجیب لوگ ہیں اس دنیا میں سمجھ نہیں اتا کون سچا ہے کون جھوٹ ہر شے ایک سراب کی ماند لگتی ہے دور سے بہت اچھی چمکتی ہوئی لیکن قریب جا کر دیکھو تو بھیانک حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ مجھے بس ٹوٹنے سے ڈر لگتا ہے اور کچھ نہیں۔"

وہ آگے ہوے اور اس کا ہاتھ تھاما یشل نے نگاہ اٹھائی تو وہ نرمی سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں ایسے ہی اپنی بیٹی کسی کے ہوالے کر دوں کا سوچے سمجھے بغیر اور میں تمہیں ٹوٹنے دونگا۔ تمہیں لگتا ہے ایسا میرے ہوتے ہوئے ہو گا۔ اگر کیسی نے میری بیٹی کو ایک انگلی بھی لگائی تو تم جانتی نہیں ہو میں کیا حال کروں گا اس کا۔ جس کو میں جانتا ہوں وہ ایک اچھا انسان ہے۔ وہ تمہیں کبھی تکلیف نہیں پہنچائے گا۔" یشل نے سوالیہ نظروں سے ابا کو دیکھا۔ "تو آپ رشتہ ڈھونڈ بھی چکے ہیں۔" وہ اس کے انداز پہ مسکرائے۔

"نہیں مجھ سے خود اس شخص نے فون کر کے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔"

"کون؟" وہ مسلسل بے قراری نظروں سے انہیں تک رہی تھی۔

"تم اس سے ملی بھی ہو۔ ابراہیم نے اپنے بیٹے کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔ میری بھی یہی خواہش تھی لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اس کا فون آیا تھا اور اس نے میرے کہنے سے پہلے ہی بول دیا۔ شاز بہت اچھا لڑکا ہے وہ تمہیں آگے پڑھنے سے کبھی نہیں روکے گا۔"

یشل جو بت بنی بیٹھی تھی۔ ابا کی آواز پہ یکدم ہوش میں آئی تو وہ کہہ رہے تھے۔ "تم ایک دفعہ اس سے مل لو پھر جو تمہارا فیصلہ ہو گا میں وہ ہی کروں گا۔ اگر تم نے انکار بھی کیا تو مجھے برا نہیں لگے گا۔ تمہاری زندگی ہے تم سوچ سمجھ کے فیصلہ کرنا۔"

"جی ٹھیک ہے۔"

اس نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔ ایوب اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے اٹھ گئے اور دروازہ بند کر کے باہر چلے گئے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

دوسری طرف شاز کی حالت کوئی زیادہ مختلف نہیں تھی وہ بالکونی میں کھڑا بار بار سر جھٹکتا۔ ایک ہی خیال ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو۔ یکایک اسے اپنے ساتھ کوئی کھڑا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے گردن موڑی تو ابا چائے کا بھاپ اڑاتا کپ لیے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ کپ اس کی طرف بڑھایا جو اس نے تھام لیا۔ پھر وہ گویا ہوئے

"کیا سوچ رہے ہو؟" اس کو بغور دیکھتے بولے۔

شاز نے نفی میں سر ہلایا۔ "کچھ نہیں۔"

"اگر یشل نے انکار کر دیا پھر کیا ہو گا؟" شاز نے تعجب سے ابا کو دیکھا تو وہ مسکرائے۔ "میں تمہارا باپ ہو تمہاری شکل دیکھ کے بتا سکتا ہوں دل میں کیا چل رہا ہے۔" وہ چہرا جھکائے چائے پینے لگا۔

"ویسے کب سے چل رہا ہے یہ سب؟"

"کیا؟ "اس نے نگاہ اٹھائی۔ ابا نے ناگواری سے اسے دیکھا

"بال کا میچ شاز میں تمہارے اور یشل کی بات کر رہا ہوں

اتنا بچہ تو نہیں ہوں کہ یہ سمجھ نہ سکوں تم اچانک شادی کے لیے مان گئے وہ بھی اچانک یشل سے۔ یہ اتفاق تو نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ تم شروع سے اس پہ نظر رکھے ہوئے تھے اور سہی وقت کا انتظار کر رہے تھے۔"

وہ جو رک رک کر بتا رہا تھا۔ انہوں نے اتنی ہی سادگی سے پوچھ لیا۔

"جب پہلی دفعہ اسے تقریب میں دیکھا تھا۔" انہوں نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"ابا مجھے اس کو دیکھ کے کبھی اجنبی سا نہیں لگا۔ وہ مجھے شروع سے اچھی لگتی تھیں۔ لیکن میں اس وقت اس کنڈیشن میں نہیں تھا کہ اپنی زندگی میں شامل کرتا میرے ذہنی مسائل تھے اور مجھے تھیراپی کی ضرورت تھی میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے کسی کو تکلف پہنچے اور جو سمجھتے ہیں کہ شادی کرنے سے سب ٹھیک ہو جاتا ہے وہ غلط ہیں۔ اگر آپ کو پتا ہے کہ آپ کو کوئی مسلہ ہے تو پہلے اس کا علاج کروائیں پھر شادی کریں۔ ایسے اگلے کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔ آپ کے ساتھ رشتہ جوڑ کے۔"

وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔ ابا کو اس پہ فخر کے ساتھ ساتھ پیار آ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھے اور اس کا شانہ تھپکا۔ دونوں دور آسمان کو دیکھتے چائے پینے لگے۔ یقیناً صوفیہ بھی آج اس پر فخر محسوس کر رہی ہونگیں۔

ایک ہفتے بعد:

آج بادلوں کی سرمئی چادر پورے آسمان پر چھائی ہوئی تھی۔ جیسے بس وہ برسنے کو بے تاب ہوں۔ ایسے میں ٹھنڈی ہواوں نے سارے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ آج یشل اور شاز دونوں کا آخری سیشن تھا۔ منیبہ سامنے بیٹھی یشل کو سن رہی تھی۔

"میڈم میں نے آپ کی بتائی ہر ٹیکنیک کرلی ہے۔ اور مجھے اپنا آپ پہلے سے بہت بہتر محسوس ہو رہا ہے میں اب اصل یشل کو محسوس کر سکتی ہوں میرے والد اور میرے تعلقات بھی پہلے سے کافی بہتر ہوئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے سالوں کی جمی برف پگھلی ہو۔"

وہ جو مسکرا کے سن رہی تھی گویا ہوئی "اس لیے کیونکہ تم نے اپنے پرانے سیلف کو قبول کیا اور اس کا سامنا کیا ہے جس سے تم ایک عرصے سے بھاگ رہیں تھی۔ تمہیں پتا چل گیا ہے کہ سب سے پہلے ہم نے اپنے آپ کو اپنی عزت نفس کو رکھنا ہوتا ہے۔ دوسروں کے قدموں میں خود کو رول کر توجہ حاصل نہیں کرنی اور اللہ بھی ہم سے یہی چاہتا ہے کہ خود کی عزت نفس کو روندھے بغیر صرف اس کے آگے جھکیں۔ وہ ایک سجدہ جو ہم اللہ کو کرتے ہیں وہ ان ہزاروں سجدوں سے بہتر ہے جو اس کی مخلوق کی توجہ اور خوشامد کے لیے ہم کرتے ہیں۔ ہمیں لگتا ہے کہ اگر سچ کا ساتھ دیں گیں تو تنہا رہ جائے گیں۔ حجاب یہ وہ کام جن سے اللہ نے منا کیا ہے وہ کریں گیں تو لوگ ہمیں اپنے سوشل سرکل سے نکال دیں گیں۔ تو بھئی نکال دیں اگر ہم اللہ کے لیے کچھ بھی چھوڑتے ہیں یہ سچ کا ساتھ دیتے ہیں لوگوں کی پروا کیے بغیر تو اللہ ہمیں کئی گنا زیادہ بہتر سے نوازتا ہے۔ بس نیت اس کی رضا کے لئے ہونی چاہیے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ بدتمیزی کروں یہ نافرمانی کرنے لگ جاؤ۔ جو تم محسوس کرتی ہو۔ جو چیزیں تمہیں تکلیف دیتی ہیں۔ جو رویہ تمہیں ٹریگر کر رہا ہے وہ آرام سے بتاؤ۔ بجائے باتیں سہنے کے یہ اندر ہی اندر گھٹنے کے۔ ورنہ تم لوگوں کو اجازت دے رہی ہو خود پر سے گزر کر جانے کی۔ بات بری لگی اسی وقت اسے کلیر کیا کرو۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

یشل نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”میں آپ کی بات سے اتفاق کرتی ہوں آپ کا بہت شکریہ مجھے اپنا وقت دینے کا اور سب سے بڑھ کے جج کیے بغیر سنے کا۔“ منیبہ اس کی بات پہ مسکرائی۔ ”میں ایک سائکولوجسٹ ہوں اور بطور ماہرِ نفسیات یہ میرے کام کا تقاضہ ہے کہ انسانوں کو بغیر جج کیے سنوں اور ان کا علاج کروں۔“

”آپ کو پتہ ہے میں نے ملک سے باہر ہونی میں اپلائی کیا ہے اپنے ماسٹرز کے لیے اور اگلے ہفتے تک کونوکیشن (convocation) بھی ہونے والی ہے۔“

”واقعی میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے یہ بہت اچھی خبر سنائی ہے تم نے۔“

وہ پرجوش سی ہو کر بولی۔ جی چلیں اب میں چلتی ہو۔ وہ مسکرا کر شکریہ کہتی باہر کو نکل گئی۔

یشل جیسے ہی باہر نکلی تو سامنے سے وہ آرہا تھا۔ وہ کالی جینز پہ سرمئی شرٹ پہنے بال ہمیشہ کی طرح پیچھے کو کر کے جمائے اور سیاہ پرکشش آنکھیں آج بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ شاز آگے آیا اور یشل کو دیکھ کر رکا پیچھلی بات کے بعد سے وہ دونوں ہی کافی awkward ہو گئے تھے۔ وہ جانتا تھا یشل کو اس کے پروپوزل کے بارے میں علم ہے۔

”مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے شاز؟“ بھوری آنکھیں اس پر ٹکائے وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

”کہیں میں سن رہا ہوں۔“

”آپ کے پروپوزل کے ہوالے سے۔ شاز کا دل گویا رک رک کر چل رہا تھا۔ میں آپ سے کچھ بھی طے کرنے سے پہلے ملنا چاہوں گی۔ کچھ باتیں ہیں جو ڈسکس کرنا بہت ضروری ہیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ رہے اور پھر ہی ہم کوئی فیصلہ کریں۔“

”ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ مجھے وقت اور جگہ بتا دیجیے گا۔“

وہ اس کی آنکھوں پر نظریں جمائے بولا۔ ۔"اس ہفتے کیا ہم اس ہفتے مل سکتے ہیں۔ میں آپ کو وقت اور جگہ بتادوں گی۔"

"شیور نو پروبلم۔"

شاز نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بھی گردن کو اثبات میں جنبش دے کر آگے بڑھ گئی۔ اس نے رکی ہوئی سانس بحال کی تھی۔ پھر دستک دیتا اندر آفس میں چلا گیا۔

ابراہیم صاحب فون پہ بات کرتے ہوئے۔ دوسری طرف سے بولتے شخص کو غور سے سن رہے تھے۔ پھر لمحے بھر کے توقف سے بولے

"ٹھیک ہے ایوب مجھے کوئی مسلہ نہیں ہے اور بہتر ہے کہ یشل اور شاز ایک دفعہ مل کے معملات ڈسکس کرلیں۔ پھر ہی کوئی فیصلہ ہو آخر زندگی انہوں نے گزارنی ہے۔ اگر یہ رشتہ نہ ہوا تو بھی ہمارا تعلق ایسا ہی رہے گا۔ ٹھیک ہے۔" انہوں نے مسکرا کر فون بند کیا۔ کھڑکی سے باہر بارش کی بوندوں کو دیکھتے کچھ سوچنے لگے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

دوسری طرف فضیلہ نے فکر مندی سے ایوب کو دیکھا۔

"کیا کہہ رہے تھے بھائی؟"

" اس کو کوئی اعتراض نہیں ہیں۔ اور اگر یہ رشتہ نہ بھی ہوا تو میرا اور اس کا تعلق ویسا ہی رہے گا۔" وہ چائے کا کپ اٹھاتے بتا رہے تھے۔

فضیلہ تو دل تھام کر ہی بیٹھ گئیں۔ "اگر یشل اور شاز کی شادی ہو جائے تو کتنا اچھا ہو میری تو بہت خواہش ہے۔"

"خواہش تو میری بھی بہت ہے۔ لیکن چلو اب دیکھو اللہ بہتر ہی کرے۔"

منیبہ کے آفس میں کافی دیر خاموشی چھائی رہی پھر وہ یکدم ہنس پڑی۔ سامنے بیٹھا شاز اسے خفگی سے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ کو اتنا بڑا مسلہ بتا رہا ہوں اور آپ ہنس رہی ہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے ہنسی آ رہی ہے ایک لڑکا بھی اتنا شرمیلا ہو سکتا ہے۔ ویسے میں نے اندر سے دیکھا تھا تمہیں اور یشل کو بات کرتے۔"

"میڈم آپ کو دوسروں کی ذاتیات کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"فکر نہ کرو باتیں بلکل بھی نہیں سنی میں نے۔"

"جی اچھا۔" بس اتنا کہہ کر سر جھٹکا۔

"اچھا خیر یہ بتاؤ اب کیسا محسوس کر رہے ہو آج ہمارا آخری سیشن ہے؟

"میں کافی ٹھیک ہوں۔

مجھے وہ خواب بھی نہیں آتے پہلے سے کافی پر سکون رہنے لگا ہوں اور بہت عرصے بعد ٹھیک سے سویا ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ اس سب کے لیے وہ مسکرا کر بولا تھا۔"

"یہ میرا فرض تھا شکریہ کی کوئی بات نہیں ہیں۔ امید ہے ہم پھر ملیں گیں ایک اچھی جگہ کیا پتا تمہارے نکاح کا وینیو ہی ہو۔"

"میڈم۔۔" شاز بے بس سا اسے دیکھے گیا گھر پر ابا کم تھے جواب یہ بھی۔

"اچھا ٹھیک ہے آب نہیں کرتی۔" سیشن ختم ہوا اور آٹھ کھڑا ہوا پھر دوبارہ شکریہ کیا "اللہ آپ کے کام میں برکت دے۔"

"آمین۔" وہ مسکرا کے بولی۔ شاز مڑا قدم قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

چاند چاندی کے تھال کی طرح چمکتا ہر سو اپنی چاندنی پھیلا رہا تھا جو رات کی تاریکی کو روشن کرنے کے لیے کافی تھی۔ ایسے میں اس ریستورانٹ کا اوپن ایریا سبز بیلوں اور پھولوں سے سجا تھا اور لوگ کچھ اندر اور کچھ باہر بیٹھے دکھائی دیتے تھے۔ ریستورانٹ کے اندر داخل ہو تو مدہم موسیقی کے ساتھ دھیمی بتیاں جل رہیں تھیں۔ وہ کونے والی میز پر بیٹھا کبھی گھڑی دیکھتا اور کبھی دروازے کی طرف اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جو ابھی تک نہیں آئی تھی سات بجے کا کہا تھا اور ساڑے سات ہو رہے تھے لیکن محترمہ کا کہیں اتا پتا نہیں تھا۔ شاز سیاہ ڈریس پینٹ پر سفید ڈریس شرٹ پہنے کافی اچھا لگ رہا تھا۔ داخلی دروازہ کھلا اور سامنے سے یشل آتی نظر آئی وہ سیاہ لمبی شرٹ اور چوڑیدار پاجامے میں ملبوس تھی۔ بال جوڑے میں مقید ،ہلکا میک آپ بھی کر رکھا تھا۔ سنجید بھوری آنکھیں لیے سیدھ میں دیکھتی چلی آرہی تھی۔ شاز کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی ٹیبل تک آئی اور کرسی کھینچ کر بیٹھی۔

"معذرت آپ کو زیادہ ویٹ تو نہیں کرنا پڑا، اصل میں آج میری convocation تھی اسی لیے تھوڑی دیر ہو گئی۔" اس کے انداز میں سادگی بھرا تکلف تھا۔

"نہیں کوئی بات نہیں آپ کو بہت مبارک ہو گریجویٹ ہونے پر۔"

یشل نے اثبات میں سر ہلا کر مبارک بعد وصول کی۔

"تو کس میجر میں ڈگری کی ہے آپ نے؟" وہ نظریں اس پہ جمائے بولا تھا (خوبصورت تو تھی)۔

"سائکولوجی میں آگے ماسٹرز بھی اسی میں کرونگی کلینیکل سائکولوجی۔"

"اچھا اچھا بہت اچھی بات ہے۔ تو کیا بات کرنی تھی آپ نے؟"

وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے گویا ہوا۔

"دیکھیں شاز کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے میں چاہتی ہو آپ سہی سے سوچ لیں۔ کیونکہ مجھے ابھی وقت درکار ہے۔ میں نے ماسٹرز کرنا ہے اور مجھے وقت چاہیے میں اتنی جلدی رخستی نہیں کروانا چاہتی۔"

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے گیا۔

"مطلب یہ کہ میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں۔ وہ بھی ملک سے باہر جا کر ۔ اور اگر اس سارے میں کوئی منگنی جیسی چیز ہوتی ہے تو میں یہ بات پہلے ہی واضع کرنا چاہوں گی کہ یہ شادی سے پہلے فون کالز اور ٹیکسٹ پر رابطہ کرنا یہ تصویروں کے تبادلے مجھے بلکل پسند نہیں ہیں۔ ایسا کوئی تعلق میں حلال رشتے میں بندھنے سے پہلے نہیں رکھنا چاہتی۔" شاز نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"میں آپ کے ہر فیصلے کی قدر کرتا ہوں۔ اور مجھے کوئی مسلہ نہیں ہیں آپ جتنا بھی وقت لینا چاہتی ہیں لے لیں۔ میں آپ کے لیے انتظار کرنے کو تیار ہوں۔ آگے آپ جو بھی کریں گیں میں آپ کو سپورٹ کرونگا میری طرف سے آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

یشل سانس روکے اسے دیکھتی رہی۔ "کیا مطلب آپ انتظار کر سکتے ہیں آپ کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

وہ ہلکا سا مسکرایا، سیاہ آنکھیں چمکیں۔ "جب میں نے آپ کو اس تقریب میں دیکھا تھا مجھے تب ہی آپ سے محبت ہو گئی تھی۔ لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی غلط مطلب لے اور کچھ مسائل کی وجہ سے میں نے تاخیر کی اور سوچا تھا کہ عزت سے رشتہ بھجوا دوں گا۔ ایسی لیے آپ کے والد کو میرے ابو نے کہا تھا رشتے کا۔" وہ بس چپ سی اسے دیکھے گئی۔

"کیا ہوا۔؟" شاز نے اس کا چہرا دیکھا۔ "کیا آپ کو کوئی بات بری لگی میری؟" اس کے چہرے پہ معذرت خواہانہ تاثر ابھرا۔

"نہیں مجھے کچھ برا نہیں لگا بلکہ اچھا لگا یہ جان کر کے آپ نے مجھے عزت دار تریقے سے اپروچ کیا۔ ورنہ آج کل جو حالات چل رہیں ہیں یہ بہت مشکل ہے کہ کوئی آپ کو ایسے اپروچ کرے۔"

شاز اس کی بات پہ ہلکا سا مسکرایا۔ پھر اسے دیکھا۔ "میرے ابو ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مرد وہی ہوتا ہے جو عورت کی عزت کرے چاہیے وہ گھر کی ہو یہ باہر کی۔ جو آفیرز کو محبت کا نام دیتے ہیں چھپ کر حرام تعلقات بناتے ہیں وہ محبت نہیں بلکہ ایک دھوکہ اور سراب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ محبت ہے ہی عزت دینے کا نام۔ نہ کہ اسے سرِعام نمایا کیا جائے اور چھپ کے تعلق قائم کیے جائیں۔" یشل بھی اس کی بات پر مسکرائی۔

"کہیں آپ یہ باتیں مجھے امپریس کرنے کے لیے تو نہیں کر رہے یہ نہ ہو میں ہاں کروں اور آپ اپنی ہر بات سے بدل جائیں؟" اس نے مشتبہ نظروں سے اسے دیکھا۔ تو شاز ہلکا سا ہنسا۔ پھر سر نفی میں ہلایا۔

"میں شاز ابراہیم ہوں۔ اپنی کہیں باتوں سے نہیں پھرتا۔" اس نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے اسے تسلی دی۔"

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ کے مطالبات پر۔" پھر پیچھے کو ہو کر بیٹھا مسکرا کے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ سائکولوجسٹ سے تو ڈرنا چاہیے۔"

"کیوں بھئی ہم سائکولوجسٹ نے کیا کیا ہے۔ انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔" آخر میں آرام سے شانے اچکائے۔

"جی بلکل۔"

وہ دونوں کافی دیر بیٹھے اپنے مطالبات ایک دوسرے کے گوش گزار کرتے رہے۔ پھر یشل مسکراتی ہوئی آٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا لگا آپ سے مل کے میں اب چلتی ہوں دیر ہو رہی ہے۔ جلدی ہی اپنے فیصلے سے آپ کو آگاہ کرونگی۔" وہ جانے کے لیے مڑی ہی تھی۔ اس نے سنا۔ "میرے حق میں فیصلہ کیجیے گا۔" یش نے مڑ کر ایک نظر اس پر ڈالی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا مسکرا کر۔ پھر مڑی اور آگے قدم بڑھاتی باہر نکل گئی۔

گھر آیا تو ابا لاونج میں ہی بیٹھے تھے۔ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ قدم قدم چلتا ان تک آیا اور سامنے صوفے پہ بیٹھا۔

"کیا بات ہوئی؟" وہ بے تابی سے بولے۔

"اپنے مطالبات بتا رہیں تھیں ان کو وقت درکار ہے ابھی۔ آگے پڑھنا چاہتی ہیں۔ اگر ہماری کوئی منگنی وغیرہ ہوتی ہے تو وہ شادی سے پہلے رابطے کے سخت خلاف ہیں کہتی ہیں کہ جب تک کوئی حلال رشتہ نہیں بنتا وہ کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتیں۔

ابا نے فخر سے اسے دیکھا۔ "وہ بچی بہت اچھی ہے میرا تو دل ہی جیت لیا اس نے۔ پھر تمہیں اعتراض ہے اس کے وقت والے مطالبے پر۔"

شاز نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں ابا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر ایک لڑکی اپنے خواب پورے کرنا چاہتی ہے تو میں کون ہوتا ہوں اسے روکنے والا۔ اگر وہ شادی کر کے اپنے گھر کو چھوڑ کر ادھر آتی ہے تو مجھ سے بڑی قربانی تو وہ دے رہی ہے۔ کسی بھی لڑکی کے لئے اپنے پیرنٹس کو چھوڑنا اور نئی جگہ پر ایڈجسٹ ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور یہ صرف لڑکیاں ہی جانتی ہیں۔ اگر اس سب کے باوجود وہ مجھ سے اپنے حصے کی خوشیاں مانگ رہی ہے تو مجھے اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے جتنا انتظار کرنا پڑا میں کروں گا ابا۔"

ابراہیم سے رہا نہیں گیا آگے ہوئے اور اس کی پیشانی کو چوما۔

"آج مجھے لگ رہا ہے میری تربیت کامیاب ہو گئی ہے شاز۔ تم نے آج واقعی ثابت کیا ہے کہ تم۔ ابراہیم کے بیٹے ہو۔ تم شاز ابراہیم ہو۔ تمہاری ماں زندہ ہوتی تو بہت خوش ہوتی اس کی خواہش آج مکمل ہوئی ہے۔" ابا نم آنکھوں سے اسے تکتے کہہ رہے تھے۔

"تو پھر ہم ایسا کر لیتے ہیں ابھی نکاح کر لیتے ہیں رخستی جب یشل کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی تب کر لیں گیں"۔ شاز نے ابا کو ہاتھ تھاما پھر اثبات میں سر ہلایا۔ "جیسے آپ کہیں۔"

ابا نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ "جیسے آپ کہیں۔" گویا نقل اتاری تھی۔ "اتنے شریف نہیں ہو تم اب۔ تمہاری شکل بتا رہی ہے کہ تم یہی چاہتے ہو۔" وہ سر جھکائے ہنس دیا۔

ایک ہفتے بعد:

آج موسم کافی خوشگوار تھا۔ ہلکی ہواؤں نے سارے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ایسے میں اس سبز بیلوں سے ڈھکے گھر میں رونق کا سماں تھا۔ گھر کا اندر باہر۔ پیلی لائٹوں سے سجایا گیا تھا۔ آج سب کے چہروں پہ مسکراہٹ تھی اور مصروف نظر آرہے تھے۔ خاص طور پر فضیلہ اور ایوب۔ یشل اور شاز کا نکاح طے پا گیا تھا اور رخستی یشل کی پڑھائی کے بعد ہونی تھی۔

"ایوب صاحب آپ جا کے یشل کو لے آئیں نہ کب سے تیار بیٹھی فون کر رہی ہے۔" عجلت میں انہیں پکارا۔ وہ آج بہت مصروف تھیں۔ اور مسکراہٹ چہرے پہ سے جا ہی نہیں رہی تھی۔

"اچھا جا رہا ہوں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ایوب صاحب خوش تو بہت تھے اور تھوڑے اداس بھی لیکن ظاہر نہیں کر رہے تھے۔

والیٹ اور چابیاں اٹھاتے باہر قدم بڑھائے۔ ابھی صرف گھر گھر کے افراد آئے تھے باقی مہمان آنے تھے۔

"یشل یہ ڈریس تم پہ بہت سوٹ کر رہا ہے۔"

زائرہ یشل کا سمان سمیٹتی کہہ رہی تھی۔ جو سفید کامدار شرٹ اور سنہری شرارے میں ملبوس تھی۔ بالوں کو انچے جوڑے میں مقید کیے۔ سرخ ڈپٹہ سر پر ٹکائے۔ اور مناسب میک آپ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اپنا سراپا آئینے میں دیکھتی زائرہ کی طرف گھومی

"میں بہت نرویس ہو رہی ہوں پتا نہیں کیا ہو گا۔"

زائرہ مسکرا کر اس کو دیکھنے لگی پھر یشل کا ہاتھ تھاما اس کی آنکھوں میں دیکھ کر گویا ہوئی۔

"وہ اس لیے کیونکہ تم یہ سب پہلی دفعہ ایکسپیرینس کر رہی ہو۔ لیکن فکر مت کرو شاز بہت اچھا لڑکا ہے تمہارا بہت خیال رکھے گا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی یہ سن کر کے اسے تمہارے کسی مطالبے پر کوئی۔ اعتراض نہیں ہے۔ تم بس سارے خیالات اپنے ذہن سے نکال کر اس کے ساتھ نئی شروعات کرو۔" یشل نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ آنکھیں بار بار نم ہو رہیں تھیں۔ "آپ کو باہر بلا رہے ہیں۔" سیلون کے سٹاف والی لڑکی نے انہیں مطلع کیا۔ وہ دونوں باہر آئیں تو ایوب گاڑی میں انتظار کر رہے تھے۔ زائرہ یشل کی چیزیں سنبھالیے اس کے پیچھے ہی آئی تھی۔ وہ گاڑی سے نکلے اور یشل کے لیے دروازہ کھولا۔ جو اپنے باپ کو ہی تک رہی تھی۔ آگے آئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کے آگے لائے اور گاڑی میں بیٹھا دیا۔ خود ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے اور گاڑی سٹارٹ کی۔ یشل کو دیکھتے ہوئے ان کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ یشل اور ان کے درمیان اتنے عرصے فاصلے کے باوجود وہ ان کو بہت پیاری تھی۔ اس پوری دنیا میں ماں باپ سے زیادہ مخلص رشتہ کوئی نہیں ہوتا۔ گھر تک کا رستہ خاموشی سے گزرا۔ یشل کو گھر لا کر کمرے میں بیٹھا دیا گیا۔

نکاح کا انتظام باہر لان میں کیا گیا تھا۔ جہاں سفید اور سبز رنگ کے پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی جگہ جگہ مہمانوں کے لیے کرسیاں اور میزیں رکھی گئی تھیں۔ سامنے سٹیج بھی پھولوں سے آراستہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ سٹیج سے تھوڑا آگے پھولوں کا جالی دار پردا سا لگا تھا۔ جس کے دونوں اعتراف میں کرسیاں تھیں جہاں دلہا اور دلہن کو بیٹھا کے نکاح ہونا تھا۔

"شاز بس بھی کرو آجاو اب اور کتنا انتظار کرواؤ گے۔ وہ لوگ کب سے ویٹ کر رہے ہیں ہمارا۔"

ابراہیم کب سے شاز کو آوازے دے رہے تھے جو جانے کون سی تیاری میں لگا تھا۔ مانا کے نکاح ایک دفعہ ہوتا ہے لیکن اب اتنا بھی کیا ہے۔ وہ آج بہت خوش تھے سفید کرتا شلوار پہنے۔ بال پیچھے کو کر کے جمائے۔ عرصے بعد وہ امی کے جانے کے بعد دل سے خوش لگ رہے تھے۔ یکایک دروازہ کھلا اور شاز باہر آیا۔ آف وائٹ کرتے شلوار میں ملبوس اُپر میرون ویس کوٹ پہنے۔ بال پیچھے کو کر کے جمائے۔ سیاہ پرکشش آنکھیں وہ آج پہلے سے کئی زیادہ وجیہہ لگ رہا تھا۔ ابا کو دیکھ کر مسکرایا۔

"چلیں؟" وہ جو پلک جھپکے بغیر اسے دیکھ رہے تھے۔ اثبات میں گردن کو جنبش دی۔ "نظر اتار لینا اپنی یاد سے" وہ ان کی بات پہ ہنس دیا۔

"چلیں دیر ہو رہی ہے۔"

"ہاں ہاں تمہارا بس چلے تو اڑ کے پہنچ جاؤ۔" وہ مسلسل ساتھ چلتے بولے جا رہے تھے۔

شاز کو ایک طرف بیٹھا دیا گیا ایوب صاحب برابر میں بیٹھے ہلکی آواز میں اس سے بات کر رہے تھے وہ بھی مسکرا کے جواب دیتا رہا۔ فضیلہ یشل کے کمرے میں اسے لینے آئیں اب نکاح ہونا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔ امی کو دیکھ کر مڑی پھر ان کے گلے لگی۔ الگ ہوئی فضیلہ اپنی نم آنکھیں ڈپٹے سے صاف کرتی اسے دعایں دے رہی تھیں۔

"چلیں بھی سب ویٹ کر رہے ہیں۔"

"ہاں ہاں آرہے ہیں ان سے کہوں صبر کریں تھوڑا۔" یشل مسکراہٹ دبائے امی کو دیکھتے بولی تھی۔

اب ایک طرف زائرہ اور دوسری طرف فضیلہ اسے باہر لے آئیں۔ پھولوں کا بوکے ہاتھوں میں پکڑے وہ سیدھ میں دیکھتی چلتی آرہی تھی سب کھڑے ہو گئے شاز بھی اس کو آتے دیکھ کھڑا ہوا اس کی نظریں یشل پہ سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

"بس کرو سب کہیں گے کتنا ٹھرکی دلہا ہے۔" ابا نے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی تو اس نے خفگی سے انہیں دیکھا پھر سامنے دیکھنے لگا۔ یشل کو اس کے سامنے پھولوں کے پردے کے پار بیٹھا دیا گیا۔ نکاح کے اقدامات سرانجام دیے گئے۔ پہلے یشل سے اس کی رضامندی پوچھی گئی پھر شاز سے دونوں کی رضامندی لینے کے بعد دعا پڑھائی گئی سب کی نیک تمناؤں اور دھیروں دعاوں کے ساتھ نکاح ہو گیا۔

شاز آگے بڑھا اور یشل کا سرخ جالی دار ڈپٹہ اٹھایا۔ اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا اور واپس ہو لیا۔

اب وہ دونوں ساتھ سٹیج پہ بیٹھے تھے کھانا کھل چکا تھا اور شاز وقفے وقفے سے یشل کو دیکھتا۔ جو سامنے دیکھ رہی تھی لبوں پہ مسکراہٹ برقرار تھی۔

"سامنے دیکھیں ورنہ لوگ سمجھے گیں کتنا ٹھرکی دلہا ہے۔" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے ابا کی ہی بات دہرائی تھی۔ شاز ہلکا سا ہنسا۔

"تو کیا ہوا میں اپنی بیوی کو ہی دیکھ رہا ہو کسی کی بیوی کو تو نہیں دیکھ رہا۔"

اس نے سنجیدگی سے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو وہ چپ ہو گیا۔

"ویسے آپ اتنی ہی سنجیدہ مزاج ہیں کیا؟" تھوڑی دیر بعد پھر زبان پہ کھجلی ہوئی۔

"نہیں لیکن میں اس وقت دلہن ہوں اور سب کے سامنے قہقہے مار کر نہیں ہنس سکتی میں۔" شاز نے سمجھ کے سر ہلایا۔

"ویسے اچھی لگ رہی ہیں آپ۔" وہ مسلسل سامنے دیکھتی رہی۔

"بہت ہی کوئی بے مروت عورت ہیں آپ۔" وہ ہلکا سا بولا۔ یشل نے بہت مشکل سے مسکراہٹ لبوں پہ روکی۔ نکاح کی تقریب دیکھتے ہی دیکھتے اپنے اختتام کو پہنچی۔

چاند آسمان پہ روشن نظر آرہا تھا۔وہ دور آسمان کو تکتی رہی کہ اسے احساس ہوا کوئی ساتھ اکھڑا ہوا ہے۔

"چاند بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔"شاز نے یشل کے چہرے کو تکتے کہا۔اس نے نظروں کا زاویہ اس کی طرف پھیرا۔

"تو یہ بات آپ چاند کو دیکھ کر کہیں۔"

"اسی کو دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔ آج بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔"

وہ اس کو دیکھتا مسکرا کر کہہ رہا تھا۔یشل نے مسکراہٹ چھپائی

"آپ ایک شریف انسان تھے؟"

"تو میڈم میں نے کون سی غنڈوں والی حرکت کی ہے۔صرف تعاریف ہی کر رہا ہوں۔ آپ سے تو کوئی امید نہیں کہ کرے گی۔"

"آپ بھی اچھے لگ رہے ہیں۔"اس نے پہلی بار کہا تھا۔شاز نے بہت تشکر سے اسے دیکھا۔

"بہت شکریہ آپ کا میرے تو کان ترس گیے۔"یشل اس کی بات پہ ہنس دی۔"مجھے آپ لڑکیوں کی سمجھ نہیں آتی۔جب شوہر تعاریف کرے تب شکایت ہوتی ہے جب نہ کرے تب بھی خوش نہیں ہوتیں۔ پھر کہتی ہیں مجھ سے محبت نہیں اسے۔ آخر چاہتی کیا ہیں۔"

وہ اس کی بات پہ ہنستی گئی۔

"ویسے آپ اب اس اجنبی سے بے تکلف ہو سکتی ہیں۔" یشل نے چونک کر اسے دیکھا

"۔آپ کو وہ بات یاد ہے اب تک۔"اس نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔"اس کا مطلب آپ شروع سے مجھ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔"

شاز نے مسکراتے ہوئے گردن کو جنبش دی۔

"جی میں نے آپ کو جب پہلی بار دیکھا مجھے تب ہی آپ سے محبت ہو گئی تھی میں بس سہی وقت کا انتظار کر رہا تھا۔"

یشل اس کے اظہار پہ مسکرا دی اور وہ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اور تبھی وہ منظر مکمل ہوا تھا۔ ابراہیم اندر سے دیکھتے ہوئے نم آنکھوں سے مسکرائے۔ آج زندگی خوبصورت لگ رہی تھی یہ شاید ہو گی تھی۔

دور آسمان پر چاند بھی ان دونوں کو دیکھ کر چمکتا ہر شے کی تاریخی کو روشن کر رہا تھا۔

تاریکیاں ختم ہو جاتی ہیں اور وقت بدل جاتا ہے بس کوشش کے ساتھ ساتھ انتظار ہونا چاہیے۔

اختتام پذیر۔

ہر اس انسان کے لیے جو اپنے خوف اور ٹرما کا سامنا نہیں کر پاتا اور نکالنا چاہتا ہے۔ امید ہے کہ میری تحریر آپ کے لیے کارگر رہے گی۔

شکریہ

از قلم

حمنہ طارق۔

Click here

safareadab.com

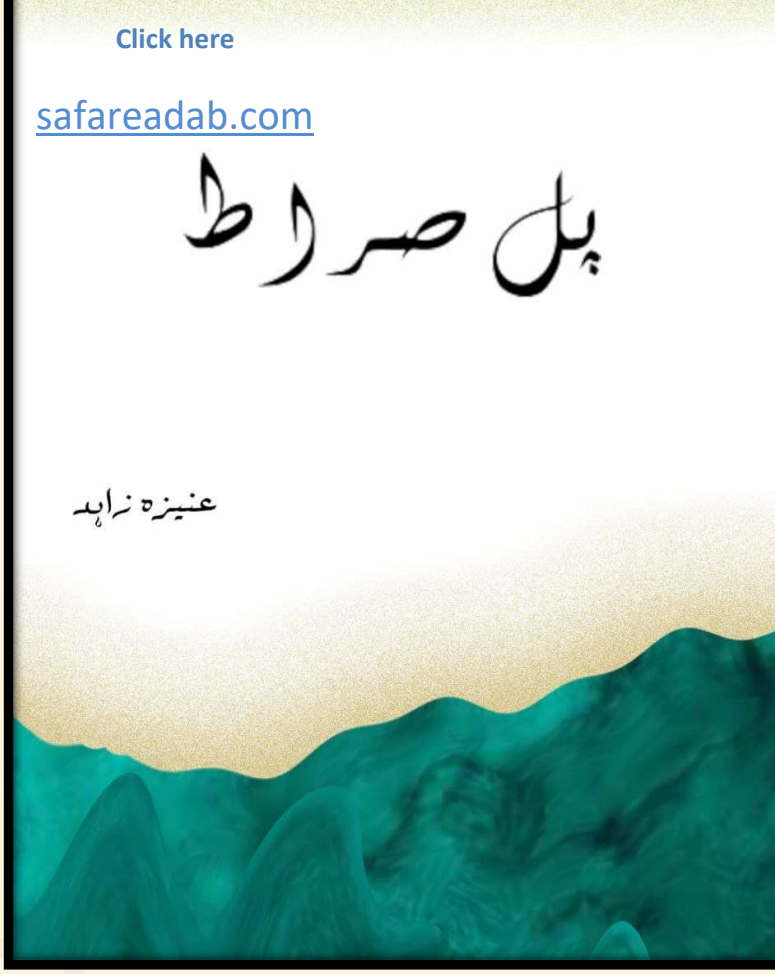

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آ جائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

Click here

safareadab.com

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول حرب جاں کی ایک جھلک

"آپ میریڈ ہیں سر؟" کارڈ پر لکھے سوالوں کو بغور پڑھتے اس نے بنا سر اٹھائے جواب دیا "جی الحمدللہ۔"

ماہ گل کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں پر وہاں کوئی تاثر نہیں تھا۔ وہ بلکل سنجیدہ تھا۔

"آپ کی وائف کا نام کیا ہے؟" اس نے سوال کرنی والی سٹوڈنٹ کو نہیں دیکھا ہاں کوریڈور میں خود کو اس کی نظروں سے اوجھل سمجھنے والی ماہ گل تک نظریں بے اختیار گئیں صرف ایک لمحے کے لیے۔

"میری وائف کو اچھا نہیں لگے گا یوں نام لینا۔" معذرت خواہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیتا وہ واپس سوالوں سے بھرے کارڈ کی طرف متوجہ ہوا جو مختلف سٹوڈینٹس اسے پکڑا رہے تھے۔

"مجھے تو بلکل برا نا لگتا۔" ماہ گل نے افسوس سے گھورا۔

پھر واپس مڑنے لگی جب زرک کی آواز سنائی دی، "کوئی کام تھا ماہ گل؟"

ماہ گل نے سر اثبات میں ہلایا "پلیز بھائی کو مت بتانا۔" اس نے التجا کی۔

"کیوں؟" زرک نے اب کی بار سنجیدگی سے پوچھا۔

"آئیندہ کچھ بھی ہوا میں فوراً کسی نا کسی کو کال کروں گی۔" اس نے اپنی غلطی مانی۔

"بہتر۔" زرک کو کسی نا کسی پہ غصہ آیا مگر وہ ضبط کر گیا۔

"تمھیں کیسے پتا گھر پولیس آئی ہے؟" وہ مڑنے لگا تھا جب ماہ گل نے سوال کیا۔

"کیونکہ میں زرک جہانگیر ایک غیرت مند مسلمان، پاکستانی اور ایک بیوقوف لڑکی کا شوہر ہوں اور اپنی ذمہ داریاں اچھے سے جانتا ہوں۔" اس نے اصل سوال کا جواب نہیں دیا۔

"اب بس کر دو۔ کہا تو ہے زیادہ بوجھ ہے تو طلاق دے دو۔" ماہ گل نے بھی بیوقوف کا بھرپور جواب دیا۔

"تمھیں خوشی ملتی ہے یہ سب کہہ کر؟" انتہا کا افسوس تھا اس کے لہجے میں۔ ایک پل کو ماہ گل کو واقعی افسوس ہوا۔

"ہاتھ پر کیا ہوا؟" اس کے ماتھے پر پڑے بل نظر انداز کیے ماہ گل نے پوچھا۔ وہ اصل سوال جس کے لیے وہ یہاں آئی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کانچ لگی تھی۔" اس نے بے تاثر طریقے سے کہا۔

"کیا زخم زیادہ گہرا ہے؟" وہ فکر مند ہوئی۔

"نہیں۔" بے حد سرسری انداز پر ماہ گل کو غصہ آیا تھا، "خود جب دل چاہتا ہے دھونس جمانے پہنچ جاتے ہو اور خود ایسے جواب دے رہے ہو جیسے گناہ ملے گا۔" اس نے کہنا غصے سے تھا مگر یہاں آنسو آ گئے تھے۔ وہ بولی ہی کیوں اس سے؟ کیا ضرورت تھی اس فضول سے بہانے سے اس کے پیچھے آنے کی؟

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اب تک حیران اسے تیز تیز آفس کی جانب جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ "یہ ایک ہی منٹ میں کیا ہو گیا تھا اسے؟"

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب